بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر تذکرہ انبیاء کرام علیہ السلام

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر تذکرہ انبیاء کرامؑ

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	حضرت آدم علیہ السلام	3
2	قابیل وہابیل	6
3	حضرت شیث علیہ السلام	9
4	حضرت ادریس علیہ السلام	10
5	حضرت نوح علیہ السلام	12
6	حضرت ابراہیم علیہ السلام	16
7	حضرت خضر علیہ السلام	20
8	حضرت اسماعیل علیہ السلام	22
9	حضرت اسحاق علیہ السلام	22
10	حضرت یعقوب علیہ السلام	22
11	حضرت یوسف علیہ السلام	23
12	حضرت لوط علیہ السلام	29
13	حضرت یونس علیہ السلام	30
14	حضرت ایوب علیہ السلام	31
15	حضرت داؤد علیہ السلام	34
16	حضرت سلیمان علیہ السلام	38
17	حضرت ہارون علیہ السلام	42
18	حضرت موسیٰ علیہ السلام	44
19	حضرت الیاس علیہ السلام	52
20	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	53
21	نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم	59
22	اولوالعزم پیغمبر	72
23	چار زندہ نبی	72

حضرت آدم علیہ السلام

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ظہور ریاست بنی آدم کا فیصلہ فرمایا، تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک مٹھی خاک سرخ وسفید سیاہ زمین سے لائیں۔ حضرت عزرائیلؑ بحکم خداوندی ایک مُٹھی خاک کی تمام روئے زمین سے جمع کر کے لائے، اور بموجب حکم الہیٰ اس کو مکہ اور طائف کے درمیان رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹی پر بارانِ رحمت برسایا۔ اور پھر اپنی قدرت کامل سے حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا اس مٹی سے بنایا۔ پھر چالیس برس تک وہ قالب بے جان پڑا رہا۔

پھر جب عنایت الہیٰ نے چاہا کہ حضرت آدمؑ کا اقبال روشن اور بنی آدمؑ کا مرتبہ شرافت تمام مخلوق پر ظاہر ہو تو روح پاک کو حکم صادر ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بدن میں داخل ہو، لیکن روح لطیف، خاک کثیف میں داخل ہونے سے جھجکی، تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ''ادخل ایھا الروح فی ھذا الجسد'' ''اے روح داخل ہو اس جسم میں''۔ تب روح جسم مبارک میں داخل ہوئی۔ جس جگہ روح پہنچتی بدن خاک کی جو ٹھیکرے کی طرح تھا، گوشت اور پوست سے بدل جاتا، جب سینے میں پہنچی (دل نے کام شروع کیا) تو حضرت آدم علیہ السلام نے اُٹھنے کا ارادہ کیا اور وہیں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 11 فرمایا ہے ''کَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا'' یعنی ''انسان جلد باز ہے''۔ اس وقت حضرت آدمؑ نے چھینکا اور الہام الہیٰ سے کہا ''الحمدللہ''۔ اس کریم اور رحیم نے اپنی رحمت سے فرمایا ''یرحمک اللہ''۔ تو سب سے پہلی رحمت الہیٰ حضرت آدمؑ کے شامل حال ہوئی۔

جب حضرت آدمؑ کے جسم میں روح داخل ہوگئی تو اللہ نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں، سب فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں، کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے''۔ اس نافرمانی پر ابلیس راندہ درگاہ ہوا اور ملعون ہوا۔

حضرت آدمؑ بہشت میں رہنے لگے۔ اور ان کی طبیعت مشتاق ہمدم ہوئی، پھر جب حضرت آدمؑ سوئے تو حضرت آدم علیہ السلام کے پہلو سے حضرت حوا علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے پہلو میں ایک خوبصورت عورت کو پایا، پوچھا ''تو کون ہے''؟ حضرت حوا علیہ السلام نے جواب دیا ' میں تیرے بدن کا جُزو ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری پسلی سے پیدا فرمایا ہے''۔ تب حضرت آدم علیہ السلام سجدہ شکر بجالائے تب اللہ تعالیٰ نے م تمام فرشتوں کے سامنے ان دونوں کا نکاح کیا۔ اور دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہو اور اس کے میوے اور پھل کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا (یعنی گیہوں کے درخت میں سے کچھ نہ کھانا)۔

ابلیس لعین پر چونکہ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی تھی اور بارگاہ الہیٰ سے راندہ گیا تھا اس لئے وہ اس تدبیر میں ہوا کہ کس طرح بہشت میں بیٹھے آدمؑ اور حواؑ کو وہاں سے نکالے۔ اس کا دل حسد اور کینہ سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے حضرت آدمؑ کو کہا ''میں تم کو ایک درخت بتاتا ہوں اگر تم اس کا تھوڑا سا میوہ کھا لو گے تو تم ہمیشہ زندہ رہو گے''، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ''اس درخت کے قریب جانے سے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے میں یہ نافرمانی نہیں کروں گا''۔ پھر شیطان نے قسم کھائی ''میں تمہارا خیر خواہ ہوں'' اور حضرت حواؑ کے دل میں وسوسہ ڈالا، دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ تب بہشت کے باشندے (فرشتے) آواز دینے لگے'' آدم اور حوا دونوں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عاصی ہوئے''۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے انہیں پکار ہوئی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا ''اے آدمؑ تجھے رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے''، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ''میں بہت شرمندہ ہوں''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اور پکارا ان کو ان کے رب نے، اور کہا کہ میں نے تم کو اس درخت سے منع کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ شیطان تمہارا کُھلا دشمن ہے''۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 22)

تب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام خوب روئے، اور حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ میری مغفرت فرما دیں''، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! تم نے محمد خاتم النبیین ﷺ کو کیسے جان لیا؟ جبکہ میں نے تو ان کو اب تک پیدا نہیں فرمایا''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے رب! آپ نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرما کر مجھ میں جان ڈالی۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ جس ذات کا نام آپ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ملایا ہے اس سے بڑھ کر آپ کے نزدیک کوئی اور محبوب نہیں ہو سکتا''۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! تو نے سچ کہا، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ترین ہیں، جب تو نے ان کے وسیلہ سے مجھ سے مانگا ہے تو میں نے تیری بخشش کر دی، اور اگر محمد خاتم النبیین ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ کو بھی پیدا نہ

کرتا‘‘ ۔ (ابن کثیر ۔ تفسیر روح البیان)

تب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چند کلمات سکھائے:

رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا وَاِن لَّم تَغفِر لَنَا وَتَرحَمنَا لَنَکُونَنَّ مِنَ الخٰسِرِینَ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 23)

ترجمہ: ’’اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور تو نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نامُرادوں میں سے ہو جائیں گے‘‘۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’اب تم دونوں (شیطان اور آدم) ایک دوسرے کے دشمن ہوئے، اب تم کو زمین پر ٹھہرنا ہے، اور اس میں ہی کام چلانا ہے، تم اس میں ہی جیو گے اور اسی میں ہی مرو گے پھر اس سے نکالے جاؤ گے‘‘۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 25،24)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا علیہ السلام کو زمین پر اتار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ (old name of sri Lanka) میں ہندوستان کا ایک جزیرہ ہے وہاں اُتارا اور حضرت حوا علیہ السلام کو خراساں میں۔ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے کے بعد چالیس سال تک رُوتے رہے۔ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا ’’اے آدم علیہ السلام مرنے سے پہلے حج کر لو‘‘۔ موت کی خبر سُنتے ہی یہ ڈرے اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور حج کا قصد کیا۔ جس جگہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا قدم پڑتا وہاں گاؤں اور بستی بن جاتی اور جس جگہ وہ ٹھہرتے اور قیام کرتے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو شہر بنا دیتا۔

اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ مکہ معظّمہ تک حضرت آدم علیہ السلام کے تیس قدم ہوئے تھے۔ جب وہ مکہ کے نزدیک پہنچے تو تمام فرشتے ان کے پاس آئے اور کہا ’’اے آدم ہزار برس سے ہم اس گھر کا طواف کر رہے ہیں‘‘۔ اس وقت اس گھر کا نام بیت المعمور تھا۔ اور اندر باہر اس کا ظاہر تھا۔ اس کے اوپر خیمہ زبرجد کا تھا اور اس کی طنابیں سونے کی تھیں اور جو میخیں اس کی تھیں وہ آج ستون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام میدان عرفات میں جب آرام کے لئے بیٹھے تو حضرت حوا علیہ السلام کو جدہ کی طرف آتے دیکھا۔ انہوں نے اُٹھ کر انہیں اٹھالیا اور دونوں زار و قطار رونے لگے، چنانچہ ان کے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی روئے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کی ملاقات کے بعد اللہ نے اُنہیں اولادِ کثیر سے نوازا۔ حضرت حوّاؑ جب اُمید سے ہوتیں، تو ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے۔ جب دوبارہ اُمید سے ہوتیں، تو پھر ایک لڑکا اور لڑکی ہوتے۔ پہلے والے لڑکے کی شادی، دوسری مرتبہ والی لڑکی سے اور دوسرے والے لڑکے کی پہلی والی لڑکی سے شادی کر دی جاتی۔ چنانچہ پہلی مرتبہ قابیل اور اُن کی بہن اقلیمیا پیدا ہوئی۔ دوسری مرتبہ ہابیل اور اُن کی بہن یہودا پیدا ہوئی۔ حضرت آدمؑ نے اقلیمیا کی شادی ہابیل سے اور یہودا کی شادی قابیل سے کرنا چاہی، مگر قابیل نے یہودا سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اقلیمیا سے شادی کرنا چاہتا تھا، کیوں کہ وہ یہودا سے زیادہ خُوب صورت تھی۔ حضرت آدمؑ نے ہر چند سمجھایا، لیکن وہ بہ ضد رہا۔ آخر حضرت آدمؑ نے دونوں بیٹوں سے فرمایا ’’تم دونوں اپنی قربانی کو ہِ صفا پر لے جاؤ، اللہ کے حکم سے آسمان سے آگ آئے گی، جو حق کا فیصلہ کر دے گی‘‘ (اس زمانے میں جب اللہ کے لیے قربانی کی جاتی تو آسمان سے ایک آگ آتی جس کی قربانی وہ آگ کھا لیتی اس کی قربانی قبول ہو جاتی۔) (روح المعانی)۔ دونوں اپنی قربانیوں کو لے کر جبلِ صفا پہنچے، چونکہ ہابیل حق پر تھا، اس لیے اُس کی قربانی قبول کر لی گئی، اس پر قابیل، ہابیل کا جانی دُشمن ہو گیا اور پھر ایک دن اُس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔

ہابیل کے قتل کے بعد قابیل کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ اُس کی لاش کیسے چُھپائے؟ وہ لاش کو کندھوں پر رکھ کر مارا مارا پِھرتا رہا۔ آخر کار اللہ نے ایک کوّے کے ذریعے اُسے بھائی کی لاش دفنانے کا طریقہ سکھایا۔

قرآنِ پاک میں ہے ’’پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا، جو زمین کھودنے لگا تا کہ اُسے بتائے کہ بھائی کی لاش کو کیسے چُھپائے۔ کہنے لگا کہ افسوس میری حالت پر، کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چُھپا دیتا۔ پھر وہ بہت پشیماں ہوا‘‘۔ (سورہ المائدہ، آیت نمبر 41)

حضرت آدم علیہ السلام ہابیل کے قتل کی وجہ سے بیقرار رہتے تھے تب اللہ پاک نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی تسلی کے واسطے بھیجا انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بحکمِ خدا بتایا ’’اللہ پاک انہیں ایک فرزند رشید عنایت کرے گا جسکی نسل سے پیغمبر پیدا ہونگے‘‘۔ چنانچہ ہابیل کے مرنے کے پانچ سال بعد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں فرزند پیدا ہوا جسکا نام ’’شیث‘‘ رکھا اسکا مطلب ہے ’’اللہ کا دیا ہوا تحفہ‘‘۔ یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہابیل کے قتل ہونے کے بعد اللہ پاک نے انکو شیث علیہ السلام عطا فرمائے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: ’’بیٹو! میرا جنت کے پھل کھانے کو جی چاہ رہا ہے‘‘۔ وہ تلاش کے لئے نکل

کھڑے ہوئے انہیں سامنے سے فرشتے آتے ملے جن کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کا کفن اور خوشبو تھی اور ان کے پاس کلہاڑے، اور ٹوکریاں بھی تھیں۔ انہوں نے کہا: ”آدم کے بیٹو تمہیں کس چیز کی تلاش ہے“؟ انہوں نے کہا ”ہمارے والد بیمار ہیں اور جنت کے میوے کھانے کی خواہش رکھتے ہیں“۔ فرشتوں نے کہا ”واپس چلے جاؤ تمہارے والد فوت ہونے والے ہیں۔ اور جب فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے آئے تو حضرت حوا علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا وہ حضرت آدم علیہ السلام سے چمٹ گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ”مجھ سے الگ ہو جاؤ پہلے بھی مجھے تمہارے ذریعے سے ہی مصیبت پہنچی تھی مجھے میرے رب کے فرشتوں کیساتھ دینے دو“۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح کو قبض کیا، پھر ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور خوشبو لگائی، بعد ازاں ان کی قبر کھودی اور لحد تیار کی۔ پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر میں داخل ہوئے اور ان کو قبر میں اتار دیا، پھر اس پر اینٹیں رکھ کر قبر سے باہر آئے اور اس پر مٹی ڈال کر کہا: ”اے بنی آدم! تمہارے لیے مردوں کو دفن کرنے کا یہ طریقہ ہے“۔ (مسند احمد)

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ ان کی عمر 960 برس تھی۔ کچھ کے مطابق آپ کی عمر 957 سال تھی۔

آپ علیہ السلام کا انتقال جمعہ کے روز ہوا۔ (ابن خزیمہ) حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سال بعد حضرت حواؑ کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کہاں دفن ہوئے اس میں اختلاف ہے، مشہور ہے کہ انہیں ہندوستان کے پاس سری لنکا میں دفن کیا گیا، ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جبل ابی قبیس دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے موقع پر انکی اور حضرت حواؑ کی میتوں کو ایک تابوت میں ڈال کر کشتی میں رکھ لیا تھا اور پھر طوفان کے بعد انہیں بیت المقدس میں دفن کر دیا۔ (تاریخ طبری)

****

قابیل وہابیل

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 27 تا 31 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اورانہیں پڑھ کرسناؤ آدمؑ کے دو بیٹوں کی سچی خبر، جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک قبول ہوئی اور دوسری قبول نہ ہوئی۔ تو بولا دوسرا قسم ہے تجھے میں ماردوں گا، (پہلے نے) کہا کہ اللہ اس کو قبول کرتا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ بے شک تو اگر قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ مجھ تک بڑھائے گا تو میں اپنا ہاتھ (تجھے مارنے کے لئے) تجھ تک نہ بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہانوں کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں ہی تیرے پلڑے میں جائیں کہ تو دوزخی ہوجائے کہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے نفس نے اسکے بھائی کے قتل کو چاؤ دلا یا تو اس نے بھائی (ہابیل) کو قتل کردیا۔ تو رہ گیا نقصان میں، تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین میں تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح چھپائے اپنے بھائی کی لاش کو، بولا ہائے خرابی میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا پھر وہ رہ گیا پچھتا تا ہوا''۔

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسی قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اور آئمہ سلف نے اس کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہے ہم یہاں اس کا خلاصہ بیان کریں گے۔

قابیل کی ہٹ دھرمی:۔ حضرت ابن مسعودؓ مرہؒ ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ اکرامؓ اجمعین سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کی شادی دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے کرتے تھے۔ دستور کے مطابق ہابیل نے قابیل کی بہن کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا، قابیل عمر میں بڑا تھا اور اس کی بہن بہت خوبصورت تھی، قابیل کا خیال تھا کہ وہ ہابیل پر فوقیت رکھتا ہے۔

حضرت آدمؑ نے حکماً ارشاد فرمایا کہ ''قابیل اپنی بہن کی شادی ہابیل سے کردو''، قابیل نے انکار کردیا، حضرت آدمؑ نے دونوں کو قربانی دینے کا حکم دیا اور خود ادائیگی حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کی حفاظت کے لئے آسمانوں کو حکم دیا کہ تم میری اولاد کی حفاظت کرنا تو آسمانوں نے انکار کر دیا۔ زمینوں سے کہا تو انہوں نے بھی انکار کردیا، پہاڑوں سے کہا تو انہوں نے بھی انکار کردیا، قابیل نے یہ ذمہ داری قبول کرلی۔

جب آپ حضرت آدمؑ مکہ روانہ ہوگئے تو دونوں بیٹوں نے اپنی اپنی قربانی کی۔ ہابیل نے جو کہ مال مویشی والے تھے ایک فربہ بکری کا بچہ قربانی کے لئے پیش کیا، قابیل نے اپنی زرعی پیداوار میں سے فصل کا ایک ناکارہ ردی گھٹا قربانی کے لئے پیش کیا، یہ دونوں اقسام کی قربانی کھلے میدان میں پہنچادی گئیں۔ آسمان سے آگ اتری اور اس نے ہابیل کی قربانی کو بھسم کردیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ اس وقت قربانی کی قبولیت کی نشانی بھی یہی تھی کہ قربانی کی چیز کو کسی بلند جگہ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ آسمان سے آگ ظاہر ہوتی تو تو جس قربانی کو جلا ڈالتی وہ اللہ کے ہاں مقبول تصور کی جاتی، اور جسے آگ چھوڑ دیتی وہ مردود سمجھی جاتی۔ قربانی قبول نہ ہونے کی وجہ سے قابیل غضبناک ہوا اور کہا کہ اگر تو میری بہن سے نکاح کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے قتل کردوں گا۔ ہابیل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ متقین اور پرہیز گاروں کی ہی قربانی قبول فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بخدا ہابیل قابیل سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا لیکن خوف گناہ قابیل کی طرف ہاتھ بڑھانے سے مانع رہا۔

ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو تشویش تھی کہ آیا ان کے بیٹوں کی قربانی قبول ہوئی ہے کہ نہیں۔ جب ہابیل کی قربانی قبول اور قابیل کی قربانی مردود ہوئی تو قابیل نے حضرت آدمؑ سے کہا کہ آپ نے ہابیل کی قربانی قبول ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے۔ اس لئے اس کی قربانی قبول ہوگئی ہے چونکہ میری قربانی قبول ہونے کے لئے آپ نے دعا نہیں کی اس لئے میری قربانی مردود ہوگئی ہے۔ اس وقت قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

قابیل قاتل ہابیل ہلاک:۔ ایک رات ہابیل کو بکریاں چراتے ہوئے رات ہوگئی، حضرت آدمؑ نے قابیل کو بھیجا کہ جاؤ دیکھو ہابیل کو کہاں دیر ہوگئی۔ قابیل تلاش کے لئے نکلا جب ہابیل مل گیا تو قابیل نے کہا کہ تیری قربانی قبول ہوگئی میری کیوں نہیں ہوئی؟ ہابیل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے، یہ سن کر قابیل آگ بگولہ ہوگیا اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہی ٹکڑا زور سے ہابیل کے سر پر مارا، اور ایک ہی وار نے اسے ہلاک کردیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہابیل آرام کررہے تھے قابیل نے ایک بڑا پتھر ان کے سر پر مارا اور انہیں ہلاک کردیا۔

سورہ مائدہ آیت نمبر 28 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''بے شک اگر تو اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا، کہ تجھے قتل کروں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے تمام جہانوں کا''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''جب دو مسلمان ایک دوسرے پر اپنی تلواریں لئے حملہ آور ہوتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں''۔صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ قاتل تو جہنمی ہوا مگر مقتول کا کیا قصور آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ''وہ بھی تو اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنے کا حریص تھا''(لیکن داؤ نہ چل سکا)(صحیحین)

ہابیل اور قابیل کے قصّے میں اگر چہ ہابیل قابیل سے زیادہ توانا اور مضبوط تھا لیکن اس نے قابیل کو ختم کرنے کے لئے اس پر کوئی وار نہ کیا بلکہ کہا:(سورہ مائدہ آیت نمبر 29)

ترجمہ:''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلڑے میں ہوں اور تو دوزخی ہو جائے بے شک بے انصافوں کی سزا یہی ہونی چاہئے''۔(یعنی دوزخ)

میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلڑے میں پڑیں کے بارے میں ارشاد ہے کہ بعض لوگوں کے بارے میں اب اتفاق پیش آسکتا ہے کہ روز محشر مقتول قاتل سے اپنے جرم کے بارے میں مطالبہ کرے گا، قاتل کی نیکیاں اگر اس ظلم کا بدلہ نہ لے سکیں تو مقتول کے گناہ قاتل کے ذمہ لگا دیئے جائیں گے۔

اُمت مسلمہ کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ہدایت:- جب حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف فتنوں نے سر اٹھایا تو اس وقت حضرت سعد بن وقاصؓ نے فرمایا" میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا، عنقریب ایک فتنہ اٹھے گا، اس وقت بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا"۔حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اگر کوئی شخص اس وقت میرے گھر میں داخل ہو کر مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھائے تو میرے لیے کیا حکم ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تم ابن آدم کی طرح ہو جانا"۔(یعنی جو رویہ ہابیل نے اختیار کیا تھا تم بھی وہی رویہ اختیار کر لینا)(احمد، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت حزیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" اس وقت تم حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے جو بہتر تھا تم اسی کی طرح ہو جانا''۔

ہابیل کی قتل گاہ:- دمشق کے شمالی علاقے میں قاسیون پہاڑ ہے وہاں ایک زیارت گاہ ہے، جسے مغارۃ الدّم کہا جاتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ یہ بات اہل کتاب سے ملی ہے اس کی صحت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اظہار افسردگی:- مورخین کہتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کو اپنے بیٹے ہابیل کے قتل کی خبر ملی تو آپ بہت ہی افسردہ ہوئے اور کہا،

ترجمہ:''شہر اور ساکنین شہر کے انداز بدل گئے روئے زمین بھی غبار آلود ہو گیا، ہر رنگ وذائقہ بھی بدل گیا، اور خوبرو چیزوں کی آبرو بھی کم ہوگئی''۔

حضرت آدمؑ کو جواب ملا:

ترجمہ:''اے ہابیل کے والد گرامی قتل دونوں ہی ہو گئے، زندہ ذبح کئے ہوئے مردہ کی طرح ہے''۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قابیل بہت جلد عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا۔ جس دن اس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا اس دن اس کی پنڈلی اس کی ران سے مل گئی تھی، جس طرف سورج جاتا اس کا چہرہ بھی اسی طرف گھوم جاتا، یہ عذاب اسے اپنے والدین سے نافرمانی اور اپنے بھائی سے حسد کی بناء پر پہنچا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ سرکشی(بغاوت)اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی سزا بلا تاخیر دنیا میں ہی دے دی جائے، اور آخرت میں بھی گناہ گار کے لئے عذاب کو جمع رکھا جائے۔حضرت آدمؑ کے ہاں جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت آدمؑ کی عمر 130 برس کی تھی ان کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام 800 سال تک زندہ رہے، پھر اولادِ آدم روئے زمین میں پھیل گئی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء آیت نمبر 1 میں فرمایا ہے:

ترجمہ:''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑ ا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے''

طبرانی میں ہے حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا''آؤ میں تمہیں بتاؤں فرشتوں میں سب سے افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام اور انبیاء میں حضرت آدم علیہ

السلام، دنوں میں جمعہ اور مہینوں میں رمضان، راتوں میں لیلۃ القدر اور عورتوں میں مریم علیہ السلام بنت عمران (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ؟)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ''روز محشر ہر جنتی کو اس کے نام سے پکارا جائے گا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابو محمد کنیت سے صدا دی جائے گی''۔

بخاری و مسلم میں حدیث معراج میں ہے کہ ''جب آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت آدم علیہ السلام پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو خوش آمدید کہا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں بہت سارے لوگ ہیں، جب وہ اپنے دائیں طرف لوگوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے حضرت جرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے ،فرمایا یہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، دائیں طرف والے لوگ جنتی اور بائیں طرف والے لوگ دوزخی ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب نظر دوڑاتے ہیں تو آزادہ (غمگین) ہوتے ہیں''۔

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عقل ان کی ساری اولاد کی عقل کے برابر تھی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات جب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ انہیں نصف حسن عطا کیا گیا ہے یہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت آدم علیہ السلام کے حسن کا نصف تھا صحیحین کی حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت میں پیدا فرمایا''۔

وصال حضرت آدم علیہ السلام اور وصیت حضرت شیث علیہ السلام:- شیث کے معنی ہیں عطیہ۔ حضرت شیث علیہ السلام کا نام ان کے والدین حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام نے اسی لئے رکھا کہ یہ فرزند انہیں اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے قتل کئے جانے کے بعد عطا فرمایا۔ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے تھے حضرت ابوذر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو صحائف اور چار آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، جن میں سے پچاس صحائف حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

محمد بن اسحاق ؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا اور انہیں شب و روز کے اوقات اور ان اوقات میں عبادت کی تعلیم دی۔ حضرت آدمؑ کا وصال جمعۃ المبارک کو ہوا، فرشتے جنت سے حنوط (ایک قسم کی خوشبو) اور کفن لے کر آئے۔ حضرت آدمؑ کے وصال پر سورج اور چاند کو سات دن تک گرہن لگا رہا۔ موت کے فرشتے نے آپ کی روح قبض کی، فرشتوں نے آپ کو غسل دیا تجہیز و تکفین کی خوشبو لگائی اس کے بعد لحد کھودی، اور ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر فرشتوں نے قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد کہا ''اے ابوالبشر کے بیٹو یہ تمہارا طریقہ تدفین و تکفین ہے'' حضرت آدمؑ کے بعد معاملات کے نگہبان حضرت شیثؑ ہوئے۔

ابن حبانؒ کی ایک روایت جو انہوں نے ابوذر ؓ کے توسط سے بیان کی ہے کہ حضرت شیثؑ پر 50 صحائف نازل ہوئے۔ جب حضرت شیثؑ نصاب زندگی کی تکمیل کر چکے، تو انہوں نے اپنے بیٹے انوش کو امور کی نگہبانی کی وصیت کی۔ انوش کے وصال کے بعد قینن اور قینن کے بعد مہلائل ان کے جانشین اور امور کے نگہبان مقرر ہوئے۔ ایران کے عجمیوں کا خیال ہے کہ مہلائل سات ممالک کے بادشاہ تھے یہی وہ مہلائل تھے جنہوں نے درخت کٹوائے، شہر آباد کئے، بڑے بڑے مکانات اور قلعوں کو تعمیر کیا۔ شہر بابل اور اقصیٰ کو آباد کیا، انہوں نے ہی ابلیس اور اس کے لشکروں کو زمین سے نکال کر بیابانوں اور پہاڑوں میں دھکیل دیا اور شریر جنات کو قتل کیا تھا۔ مہلائل کا ایک بہت بڑا تاج اور بیش قیمت تاج تھا، آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت کا فریضہ بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ چالیس سال تک آپ کی حکومت کا ستارہ چمکتا رہا اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے انتقال کے بعد یرد اور یرد کے بعد خنوخ پر نگہبانی اور ذمہ داریوں کا بوجھ پڑا۔

****

حضرت شیث علیہ السلام

حضرت آدمؑ ہابیل کے قتل کئے جانے کے بعد بے قرار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حضرت آدمؑ کی تسلی کے لئے بھیجا، اور خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک اور فرزند عطا فرمائے گا کہ اس کی نسل سے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سردار بنی آدم پیدا ہوگا۔ چنانچہ ہابیل کے قتل کئے جانے کے پانچ سال بعد حضرت شیثؑ پیدا ہوئے۔ وہ حسن وخوبصورتی میں حضرت آدمؑ کی مثل تھے اور حضرت آدمؑ کو اپنی تمام اولاد سے زیادہ پیارے تھے اسی لئے حضرت آدمؑ نے اپنی وفات سے قبل ان کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ حضرت شیثؑ اکثر حضرت آدمؑ سے بہشت کے احوال سنا کرتے تھے اور آسمانی صحیفوں کا مضمون بھی دریافت کرتے تھے۔ حضرت شیثؑ اکثر اوقات تنہائی میں رب تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے آپ بہت زیادہ وظائف اور طاعات میں مشغول رہتے، آپ ہمیشہ تہذیب واخلاق کو پیش نظر رکھتے اور نفس کو ریاضت میں مبتلا رکھتے۔ حضرت شیثؑ کے زمانے میں بنی آدم دو قسموں میں تقسیم تھے بعض حضرت شیثؑ کی تابعداری کرتے تھے اور بعض قابیل کی اولاد کے وفادار تھے۔ حضرت شیثؑ سب کو نصیحت فرماتے لیکن کچھ مان لیتے اور کچھ اڑے رہتے۔ حضرت شیثؑ فرمایا کرتے تھے کہ حقیقی مومن میں مندرجہ ذیل خصلتیں ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو پہچاننا

نیک اور بد کو جاننا

نیکی کی رغبت رکھنا

بادشاہ وقت کا کہنا ماننا

ماں باپ کا کہنا ماننا اور ان کے حق کو پہچاننا

صلہ رحمی کرنا

لوگوں سے نیکی اور محبت کا برتاؤ کرنا

محتاجوں اور مساکین کو صدقہ دینا

گناہوں سے پرہیز کرنا

مصیبتوں پر صبر اور ہمیشہ شکر الہیٰ میں رہنا

حضرت شیثؑ نوسو بارہ برس کی عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ حضرت حواؑ ہر مرتبہ جڑواں بچے پیدا کرتیں تھیں، حضرت شیثؑ تنہا پیدا ہوئے آپ ہی سے آگے چل کر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ پیدا ہوئے، حضرت شیثؑ پر پچاس صحائف نازل ہوئے۔

****

حضرت ادریس علیہ السلام

یہ حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں-قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ مریم آیت نمبر 56 تا 57)

ترجمہ: "اور اس کتاب میں ادریسؑ کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق پیغمبر تھا اور ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا''۔

حضرت ادریسؑ روئے زمیں پر سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے بعد آئے اور آپ نے 308 سال زندگی پائی۔اور سب سے پہلے حضرت ادریسؑ نے ہی قلم کے ساتھ لکھائی کی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر 30 صحیفے نازل کئے-

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:"ان تمام صحائف میں یہ تھا کہ عاقل کے لیے ضروری ہے کہ جب تک وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کرے:

1۔ ایک حصے میں اپنے رب کی عبادت کرے۔

2۔ دوسرے حصے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ پورے دن میں کتنے اچھے کام کیے اور کتنے برے؟

3۔اور تیسرے حصے کو کسب حلال میں خرچ کرے۔

عاقل پر ضروری ہے اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حالات کی درستگی میں لگا رہے، اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے، جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا ہے اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔عاقل کے لیے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے سوا سفر نہ کرے۔ یا آخرت کا توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ جائز ہو"۔(فضائل اعمال-مولانا زکریا)

علماء تفسیر واحکام میں اکثر کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جس نبی نے باقاعدہ شروع کیا وہ حضرت ادریسؑ ہی تھے۔علم نجوم آپ کے معجزات میں سے ہے، یہ زمین پر عبادت کرتے تھے اور فرشتے ان کو آسمان پر لے جاتے تھے۔ یہ ہر روز ایک لباس تیار کرتے اور لباس تیار کرتے وقت ہر دم تسبیح پڑھتے اور لباس تیار کرنے کی اجرت کسی سے نہ لیتے تھے۔ایک دن کام سے فارغ ہوئے تو امر الہیٰ سے انسان کی صورت میں ملک الموت آپ کے پاس مہمان بن کر آئے۔حضرت ادریسؑ ہر روز روزہ رکھا کرتے تھے اور شام کے وقت افطار کے لئے آسمان سے ایک خوان آتا تھا، آپ جتنا کھانا کھا لیتے باقی آسمان پر واپس چلا جاتا تھا۔اس شام جب وہ کھانا آیا تو حضرت ادریسؑ نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا،لیکن مہمان نے اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا بس عبادت کرتا رہا۔رات گزر گئی جب دن نکلا تو حضرت ادریسؑ نے مہمان سے کہا "اے مسافر چلو باہر صحرا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں"، ملک الموت نے حامی بھر لی اور پھر دونوں بزرگ باہر آ گئے۔ایک گندم کے کھیت پر سے گزرے تو ملک الموت نے کہا" چلو کچھ خوشے گندم کے توڑ کر کھاتے ہیں"، حضرت ادریسؑ نے کہا تعجب ہے "رات حلال کھانے کی طرف تو نے توجہ نہ دی اور اب حرام کی طرف رغبت رکھتا ہے "۔اس کے بعد ایک باغ میں سے گزرے وہاں پر انگور دیکھ کر ملک الموت نے کھانے کی خواہش ظاہر کی، حضرت ادریسؑ نے کہا" کسی غیر کے کھیت میں تصرف حرام ہے"۔اس کے بعد ملک الموت نے ایک بکری دیکھی اور کہا" اس کو حلال کر کے کھا لیتے ہیں"، حضرت ادریسؑ نے کہا "بے گانی چیز کو ذبح کر کے کھانا منع ہے"۔اس طرح یہ دونوں چند روز تک باہر گھومتے رہے۔

پھر حضرت ادریسؑ کو گمان ہوا کہ یہ شخص ابن آدم میں سے نہیں ہے پوچھا "بھائی مجھے ظاہر تو کرو تم کون ہو"؟اس نے عرض کیا "میں عزرائیلؑ ہوں"، حضرت ادریسؑ نے کہا "بھائی کیا تم ہی تمام مخلوق کی روح قبض کرتے ہو "؟اس نے جواب دیا" ہاں! میں ہی سب کی روح قبض کرتا ہوں"، حضرت ادریسؑ نے کہا" چند دن سے تم میرے ساتھ ہو ان دنوں میں روح کیسے قبض کی"؟اس نے جواب دیا" جان قبض کرنا میرے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تمہارے ہاتھ کے نیچے روٹی رکھی ہوئی ہو یعنی جس کی اَجل کا حکم ہوا۔میں اللہ کے حکم سے ہاتھ بڑھا کر اس کی روح قبض کر لیتا ہوں"۔

پھر فرشتے نے کہا "اے ادریسؑ میں تیرے ساتھ رشتہ داری قائم کرنا چاہتا ہوں"، حضرت ادریسؑ نے کہا کہ ''میں تیرے ساتھ رشتہ داری تب بناؤں گا جب تم موت کی تلخی کا ذائقہ ایک بار مجھے چکھا دو گے، تا کہ خوف اور عبرت مجھ میں زیادہ ہو اور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کر سکوں''۔حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا" میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کسی کی جان نہیں لے سکتا"، تب حضرت ادریسؑ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی "اے رب میری التجا یہ ہے کہ مجھے موت کی تلخی کا ذائقہ معلوم ہو تا کہ میں زیادہ تیری عبادت کر سکوں"، اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو حکم دیا" حضرت ادریسؑ کی جان قبض کر لو"، پھر عزرائیلؑ نے حضرت ادریسؑ کی جان قبض کر لی۔

اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ادریسؑ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔حضرت ادریسؑ نے زندہ ہوتے ہی عزرائیلؑ کو گود میں لے لیا،اس طرح دونوں میں رشتہ برادری کا ہو گیا۔حضرت عزرائیلؑ نے حضرت ادریسؑ سے معلوم کیا "موت کی سختی کو کیسا پایا"؟فرمایا"ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی زندہ جانور کی کھال اتاری جارہی ہو"۔حضرت عزرائیلؑ نے کہا"اے بھائی جیسا کہ میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے،ایسا تو میں نے کبھی بھی کسی کے ساتھ نہیں کیا"۔پھر حضرت ادریسؑ نے کہا"اے بھائی مجھے دوزخ دیکھنے کا شوق ہے تاکہ عبرت حاصل کرسکوں اور خوف خدا سے زیادہ عبادت کرسکوں"۔تب حضرت عزرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر انہیں ساتوں طبق دوزخ کے دکھا دیئے۔پھر حضرت ادریسؑ نے کہا "اے بھائی مجھے جنت دیکھنے کا شوق ہے تاکہ میں رغبت عبادت میں زیادہ سے زیادہ کرسکوں"۔پھر حضرت ادریسؑ کو حضرت عزرائیل جنت کے دروازے پر لے گئے اور وہاں سے انہوں نے جنت کے نظارے کئے۔پھر کہنے لگے"اے میرے بھائی میں نے جان کی تکلیف دیکھی پھر میں نے دوزخ کے نظارے کئے،اب میرا جگر گرمی کی شدت سے جل رہا ہے۔مجھے پیاس لگ رہی ہے اگر اجازت ہو تو جنت کے دروازے سے اندر جا کر ایک پیالہ پانی پی لوں"۔

حضرت عزرائیلؑ نے کہا "وعدہ کرو کہ واپس آجاؤ گے"،انہوں نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ پانی پی کر میں واپس آجاؤں گا"۔پھر بحکم الٰہی اپنی نعلین باہر درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ کر آئے،اور بہشت میں داخل ہو گئے۔اب چونکہ عہد باہر آنے کا کیا تھا اور نعلین بھی باہر درخت کے نیچے چھوڑ کر آئے تھے،تھوڑی ہی دیر کے بعد بہشت سے باہر نکلے اپنی نعلین کو اٹھایا اور بہشت میں آکر درخت پر جا بیٹھے۔

کچھ دیر بعد ملک الموت نے ان کو آواز لگائی بہت تاخیر کر دی اب واپس آجاؤ،اس کے جواب میں حضرت ادریسؑ نے فرمایا اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ترجمہ:''ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔(العمران آیت 185،سورۃ الانبیاء آیت 35،سورۃ العنکبوت آیت 57)

میں تو جان کنی کا مزا چکھ چکا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،بہشت میں پہنچنے کے بعد نہ ان کو کوئی تکلیف ہوگی اور نہ ہی وہ وہاں سے باہر جائیں گے۔یعنی جو بہشت میں گیا پھر وہ واپس نہ آئے گا"اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کہ جو بہشت میں گیا پھر وہ واپس نہ آئے گا،میں اب جنت سے باہر نہیں آؤں گا"۔باری تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی "اے عزرائیلؑ تو ادریس کو یہیں چھوڑ کر واپس چلا جا،میں نے اس کی تقدیر میں یوں ہی ہونا لکھا تھا"۔اس طرح حضرت ادریسؑ موت کا مزا چکھ کر دوزخ کو دیکھ کر بہشت میں جارہے،تب حضرت عزرائیلؑ بولے:

ترجمہ:"بہشت حرام ہے انبیاء اکرامؑ پر جب تک خاتم الانبیاء اس میں داخل نہ ہو جائیں"۔(طبرانی 1/289 الرقم 942 الھندی فی کنز العمال 11/416 الرقم 31953)

تب حضرت ادریسؑ بولے میں بہشت کے اندر نہیں جارہا ہوں۔(یعنی باہر ہی ہوں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ''اٹھا لیا ہم نے اس کو اونچے مقام پر'' تو حضرت ادریسؑ کو اونچے مقام پر اٹھا لیا گیا۔حضرت ادریسؑ کے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال روز آنہ گریہ وزاری کرتے رہے،ایک دن ابلیس نے انہیں کہا کہ میں حضرت ادریسؑ کی ایک مورت تمہیں بنا دیتا ہوں،تم ان کو دیکھ کر ان جیسی عبادت کرنا وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔اس طرح حضرت ادریسؑ کے اہل وعیال ابلیس کے کہنے میں آگئے اور ابلیس نے انہیں حضرت ادریسؑ کی ایک مورت بنا کر دی،جو صرف بول نہیں سکتی تھی۔تمام لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے،اور پھر ان کی سی عبادت کرنے لگے۔لیکن جلد ہی ان کے بچوں نے اس مورت کو پوجنا شروع کر دیا،حتیٰ کہ بت پرستی تمام عالم میں پھیل گئی۔مشرق سے مغرب تک تمام بت پرست بن گئے،کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کو نہ جانتا تھا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجا تاکہ وہ دین حق کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

****

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیثؑ کی اولاد میں سے تھے۔آپ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد دنیا میں تشریف لائے۔انبیاء میں حضرت نوحؑ سب سے پہلے نبی ہیں جن کا واسطہ ایسی قوم سے پڑا جو کفروشرک کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔حضرت نوحؑ کا ذکر قرآن پاک کی بہت سی سورت میں آیا ہے۔حضرت نوحؑ ان کی قوم کا تذکرہ عذاب،طوفان،نجات،اصحاب،کشتی اور دیگر احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

سورہ الاعراف،سورہ یونس،سورہ ہود،سورہ انبیاء،سورہ مومنون،سورہ شعراء،سورہ عنکبوت،سورہ الصفٰت،سورہ قمر اور سورہ نوح میں ان سے متعلق تفصیلی واقعات موجود ہیں۔

سورہ الاعراف،آیت نمبر 64-59

ترجمہ:''بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔اس کی قوم کے سردار بولے ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں،انہوں نے کہا''اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں میں تو تمہارے رب کا رسول ہوں۔اور رب کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں،اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے،اور کیا تمہیں اس بات کی حیرت ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی،تمہیں میں سے ایک انسان کے ذریعے کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔تو انہوں نے اسے جھٹلایا،تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی۔اور اپنی آیات جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا،بے شک وہ اندھا گروہ تھا''۔

سورہ یونس،آیت نمبر 73-71

ترجمہ:''اور انہیں نوحؑ کی خبر سناؤ،جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم کو میرا آنا اور اللہ کی نشانیاں سنانا شاق ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔تم اپنے معبودوں کو اپنے ساتھ ملا لو،اور تمھاری تدبیر تمھارے گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیئے،پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے۔اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں،تو انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انہیں ہم نے نائب بنایا۔اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا۔تو کیسا انجام ہوا ڈرائے جانے والوں کا''؟

سورہ الانبیاء،آیت نمبر 77-76

ترجمہ:''اور نوحؑ کو جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔اور اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔اور ہم نے ان لوگوں پر اس کی مدد کی،جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بے شک وہ بُرے لوگ تھے پس ہم نے ان کو ڈبو دیا''۔

سورہ عنکبوت،آیت نمبر 15-14

ترجمہ:اور ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا،تو وہ ان میں نو سو پچاس برس رہا،پھر انہیں طوفان نے آلیا۔اور وہ ظالم تھے پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو تمام جہاں کے لئے نشانی بنا دیا''۔

سورہ الصفٰت،آیت نمبر 82-75

ترجمہ:''اور بے شک ہمیں نوحؑ نے پکارا،اور ہم کیا ہی اچھا قبول فرمانے والے ہیں،اور ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تاریخ باقی رکھی۔نوحؑ پر سلام ہو تمام جہانوں میں- بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔بے شک وہ ہمارے اعلٰی درجے کے کامل ایمان بندوں میں سے ہے پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا''۔

سورہ حدید،آیت نمبر 26

ترجمہ:''اور بے شک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا،اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور بہت سے لوگ ان میں فاسق ہیں''۔

سورہ تحریم،آیت نمبر 10

ترجمہ:اللہ کافروں کو مثال دیتا ہے اور نوح کی عورت اور لوط کی عورت (دوسزا وار عورتیں)۔ہمارے دو مقرب بندوں کے نکاح میں ہیں،پھر انہوں نے ان

سے دغا کیا تو وہ اللہ کے سامنے ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔اور فرمادیا گیا کہ تم (دوعورتیں) جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جاؤ''۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی ان کے ساتھ کشتی میں سوار نہ ہوا تھا، جب پانی زیادہ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو پکارا کہ کشتی میں سوار ہو جا لیکن اس نے کہا نہیں میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا۔ابھی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ پانی کی ایک لہر نے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

''حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہے اور اس عرصے میں لوگ فطرت اسلام پر رہے''۔(بخاری،طبری،حاکم)

اس صالح زمانے کے گزر جانے کے بعد قوم بت پرستی میں مشغول ہوگئی۔اس بت پرست کا آغاز کیسے ہوا اس کا سبب وہی تھا جیسے امام بخاریؒ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

ترجمہ:''اور وہ بولے ہر گز نہ چھوڑ نا اپنے خداؤں کو اور ہر گز نہ چھوڑ نا، ودا، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو''۔

دراصل یہ نام حضرت نوحؑ کی قوم کے نیک بندوں کے تھے ان لوگوں کا وصال ہو گیا تو شیطان نے ان کے بعد والے لوگوں کو بہکا دیا اور یہ بات دل میں ڈال دی، کہ ان نیک لوگوں کی مورتیاں بنا کر رکھ لو تا کہ ان کو دیکھ کر ان کی سی عبادت کرنے کا شوق پیدا ہوتا رہے، اور انہی لوگوں کے نام پر ان کے نام مقرر کر لو،لوگوں نے ایسا ہی کیا۔پہلی نسل نے ان کو دیکھ کر ان کی سی عبادت کر لی، دوسری نسل نے دیکھا کہ ان کے والدین ان بتوں کے سامنے بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں کچھ ان میں سے سمجھ گئے اور کچھ نادان ان کو پوجنے لگے، تیسری نسل بالکل بت پرست ہوگئی۔

حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہی بت مشرکین عرب کے لئے پوجا کا مرکز بنے رہے۔

عروہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں، کہ ودا، یغوث، سواع، نسر حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے تھے ان میں سب ہی متقی اور پرہیز گار تھے،سب سے بڑا متقی ان میں ودا تھا۔یہ پانچ بت ان کے نزدیک بڑے عظمت اور مرتبے والے تھے دو بت مرد کی صورت میں اور سواع عورت کی صورت میں، یغوث شیر کی شکل میں، یعوق گھوڑے کی شکل میں، اور نسر کرگس کی شکل میں۔یہ بت قوم نوحؑ سے منتقل ہوتے ہوئے عرب تک پہنچے اور مشرکین کے مختلف قبائل نے ایک ایک کو اپنے لئے مختص کر لیا۔

وَدّا اور اس کی پوجا:۔حضرت ابن ابی حاتمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت باقرؒ نے بتایا کہ وَدّا ایک متقی اور صالح انسان تھا اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھا،شہر بابل میں اس کا انتقال ہوا اور وہیں اس کو دفن کیا گیا۔اس کی تدفین کے بعد وہیں لوگوں نے اس کی قبر پر جمع ہو کر گریہ وزاری شروع کر دی شیطان نے انہیں بہکایا کہ تم لوگ یہاں آتے ہو(وہ انسانی شکل میں آیا) میں ان کی شکل کا مجسمہ بنا دیتا ہوں تم لوگ اسے اپنے گھر میں رکھ لینا۔تم لوگ غم بھی غلط کر لینا اور ان کی یاد بھی تازہ رہے گی۔لوگوں نے رضامندی ظاہر کی شیطان نے فوراً وَدّا کی شکل کا ایک مجسمہ بنا دیا جسے ان لوگوں نے اپنی مجلس میں رکھ لیا۔اب اس کے پاس آنے لگے اور اپنی اپنی عبادت کرنے لگے۔شیطان نے جب دیکھا تو کہا کہ میں تم سب لوگوں کے گھر اس کی ایک ایک شکل بنا دیتا ہوں تا کہ تم (اپنے اپنے گھروں میں اس کی زیارت کر سکو) لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اس طرح ہر گھر میں ایک ایک بت پہنچ گیا اور آئندہ نسلیں (چھوٹے بچے) صبح وشام اپنے ماں باپ کو اس بت کے پاس بیٹھا عبادت کرتے دیکھتے،انہوں نے اس بت کو ہی پوجنا شروع کر دیا۔

حضرت آدمؑ کے بعد جب ہر طرف روئے زمین پر بت پرستی ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بھیجا۔حضرت نوح علیہ السلام نے لوگوں کو توحید کا پیغام دیا اور اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کہا۔حضرت نوحؑ نے قوم کو سمجھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت (کمی بیشی) نہیں کیا اور ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔علانیہ تبلیغ فرماتے رہے ،چھپ چھپ کر کرتے رہے۔کبھی قوم کو رضائے الہیٰ کی امید دلاتے ،کبھی ان کو وعیدیں سناتے ،لیکن ان کی قوم کی بت پرستی اور گمراہی نہ گئی۔لوگوں نے عملی طور پر آپ کو ستانا شروع کر دیا۔

سورہ ہود،آیت نمبر 33-32

ترجمہ:''کفار بولے اے نوحؑ تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے۔تو لے آؤ وہ عذاب جن کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو،اگر تم سچے ہو۔حضرت نوحؑ نے کہا کہ وہ اللہ تم پر لائے گا اگر وہ چاہے اور تم اس کو تھکا نہ سکو گے''۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی نو سو سال کی محنت کے باوجود کوئی مثبت ردعمل سامنے نہ آیا، اور قوم کے پاس بھی بت پرستی کا کوئی جائز اور معقول عذر نہ تھا تو قوم نے کہا "اے نوح علیہ السلام اب اس جھگڑے کو ختم کرو اور عذاب لے آؤ"۔تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کو کوئی عاجز نہیں سکتا وہ قادر اور بے نیاز ہے جب وہ کسی چیز کو

کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ''کن''، ہو جاتو وہ ہو جاتا ہے''۔

جب حضرت نوحؑ کی کاوشیں درجہ انتہا کو پہنچ گئیں اور آپ نا امید اور مایوس ہو گئے تو انہوں نے فرمایا،

ترجمہ:"اے رب میں مغلوب ہوں میری مدد کر"۔(سورہ قمر، آیت نمبر 10)

تو اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود، آیت نمبر 36 میں فرمایا:

ترجمہ:"اور نوحؑ کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم میں سے جتنے لوگ ایمان لے آئے ہیں اب ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہ لائے گا غم نہ کر و اس پر جو وہ کرتے ہیں''۔اللہ تعالیٰ کی مدد قریب آچکی ہے، اور وہ مدد عجیب و غریب واقعے کی صورت میں ہے"۔

سورہ ہود، آیت نمبر 37 ترجمہ:''اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں اب مجھ سے بات نہ کرنا اور یہ ضرور ڈبو دیئے جائیں گے''۔

مفسرین کے نزدیک کشتی کی بلندی تیس گز تھی۔اور اس کی تین منزلیں تھیں، نچلی منزل میں چوپائے اور وحشی جانور، درمیانی منزل میں انسان اور بالائی منزل پر پرندے تھے۔دروازہ چوڑائی میں تھا اور ڈھکن سا تھا جسے بند کر دیا جاتا تھا۔

نزول عذاب سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا کہ کشتی میں حیوانات سے ایک ایک جوڑا، حلال جانور میں سے ایک ایک جوڑا، اور دیگر اسی طرح کشتی پر سوار کر لوتا کہ ان کی نسل باقی رہے۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کشتی میں سب سے پہلے پرندے سوار کئے گئے اور سب سے آخر میں گدھا داخل ہوا، ابلیس بھی گدھے کی دم سے لٹک کر کشتی میں سوار ہو گیا۔حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہ عورتوں سمیت 80 افراد تھے اور حضرت کعبؓ کے مطابق یہ 72 افراد تھے، جن میں حضرت نوحؑ، آپ کے تین بیٹے بیویاں اور یام کی بیوی تھی جبکہ یام خود راہ نجات سے بھٹک کر کافروں کا ساتھی بن گیا تھا۔حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے حام، سام، یافث اور یام تھے۔اہل کتاب کے نزدیک یام کو کنعان کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ غرق ہو گیا تھا۔ان سب کی ماں حضرت نوحؑ کی بیوی بھی ان لوگوں کے ساتھ غرق ہو گئی تھی۔حضرت نوحؑ کا بیٹا عابر طوفان الہیٰ سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا۔

سورہ قمر، آیت نمبر 12-10

ترجمہ:"تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میری مدد کر تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے ہوئے پانی سے اور زمین سے چشمے جاری کئے تو دونوں پانی مل گئے"۔

مفسرین اکرام کی ایک جماعت اور تورات کے مطابق پانی سطح زمین سے پندرہ گز کی بلندی تک پہنچ گیا تھا۔اس وقت کے لوگ جان بچانے کے لئے پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔

سورہ ہود، آیت نمبر 43-42

ترجمہ:''اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے پر تھا، اے میرے بچے میرے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔وہ بولا کہ اب میں کسی پہاڑ کی راہ لوں گا اور وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔حضرت نوحؑ نے کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اسی وقت ان کے بیچ میں موج آ گئی اور وہ ڈوبتوں میں رہ گیا''۔

سورہ ہود، آیت نمبر 44

ترجمہ: اور حکم فرمایا"اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا۔اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری، اور فرمایا گیا کہ دور ہوں ظالم لوگ"۔

اور اس طرح روئے زمین پر کوئی منکر اور سرکش باقی نہ بچا یعنی اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کافر کو بھی بستا ہوا نہ چھوڑا۔حضرت نوحؑ کا بیٹا جوان کے کہنے پر کشتی میں سوار نہ ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں حضرت نوحؑ سے کہا، "اے نوحؑ جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری قبول نہ کرے وہ تیرا کہاں ہوا؟''جب روئے زمین میں پانی خشک ہو گیا تو کشتی حکم الہیٰ سے جودی پہاڑ پر آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے نوحؑ کشتی سے اتر سلامتی و برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہے"۔حضرت نوحؑ ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرتے تھے آپ ہمیشہ روزے رکھتے تھے۔

طبرانی میں ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحٰی کے سوا پوری زندگی روزہ رکھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف زندگی روزہ رکھا، حضرت ابراہیمؑ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے"۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب حضرت نوحؑ کا وقت وصال قریب آیا، تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو طلب کیا اور کہا کہ میں تمہیں دو چیزوں کو کرنے اور دو چیزوں سے رک جانے کی وصیت کرتا ہوں۔ جن دو چیزوں کو تم نے کرنا ہے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کا ورد ہے، بے شک یہ ہر چیز کے لئے کافی ہے اور اسی کے توسط سے اللہ تعالیٰ بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔ اور جن دو چیزوں سے تمہیں روکتا ہوں وہ شرک اور بڑائی ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ شرک کا تو ہمیں پتا ہے یہ بڑائی کیا ہے؟ کیا ہم میں سے کسی کے پاس خوبصورت جوتے ہوں اس کے تسمے بھی خوبصورت ہوں، اور وہ ان کو استعمال کرتا ہو یہ بڑائی ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" نہیں"۔ فرمایا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ عمدہ لباس زیب تن کرنا بڑائی ہے"؟ فرمایا "نہیں"۔ فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اچھی سواری پر سوار ہونا بڑائی ہے"؟ فرمایا" نہیں"۔ فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ حلقہ اثر بڑا ہونا یا اس میں نمایاں ہوکر بیٹھنا بڑائی ہے"؟ فرمایا" نہیں"۔ عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پھر بڑائی کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا'' حق کی تکذیب اور مخلوق کی تحقیر (حقیر سمجھنا) بڑائی ہے''۔ (السلسلۃ الصحیحۃ، بیہقی)

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت نوحؑ کی عمر ایک ہزار پچاس سال بتائی ہے، آپ کا مزار مبارک شہر بقاء عراق میں ہے جسے اب'' کرک نوح'' کہا جاتا ہے، اسی مناسبت سے وہاں ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے۔

****

حضرت ابراہیم علیہ السلام

جب سام بن نوحؑ کی کوئی اولاد عرب وعجم میں نہ رہی، تو نمرود جو کنعان بن سام بن نوح کا بیٹا تھا۔ یہ ملک عجم سے نکلا، یہ چونکہ قوت اور سلطنت کا مالک تھا اس لئے اس نے اپنی سلطنت ملک شام میں قائم کر لی، ترکستان کو فتح کیا، اولاد یافث بن نوحؑ کو اپنا فرمانبردار بنایا۔ بعد میں ہندوستان میں آکر اولاد حام بن نوحؑ کو اپنا مطیع کیا اور ملک درہم کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد تمام جہان مشرق سے مغرب تک اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور آج جس کو بابل کہتے ہیں وہاں تخت پر بیٹھا اور ہر طرف سے خراج وصول کرنے لگا۔

ہفت اقلیم کی بادشاہت صرف 4 لوگوں کو نصیب ہوئی، دو ان میں سے مسلمان تھے اور دو کافر۔ حضرت سلیمانؑ اور سکندر ذوالقرنین مسلمان تھے نمرود بن سلطان اور بخت نصر یہ دونوں کافر تھے۔ آذر جو سام کی اولاد میں سے تھا اس کا کام نمرود بادشاہ کی چوکیداری تھا۔ وہ رات بھر ایک ہاتھ میں شمع اور ایک ہاتھ میں ننگی تلوار لئے چوکیداری کرتا تھا۔ ایک دن نمرود کو اس کے نجومیوں نے بتایا کہ خدا خیر کرے آسمان پر ایک عجیب ستارہ نمودار ہوا ہے، جو کبھی نظر نہیں آیا، نمرود نے پوچھا کیسا ستارہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آج سے تین رات، اور دو دن میں ایک بچہ باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں آئے گا، وہ تمہاری بادشاہت کو ختم کر دے گا۔ نمرود نے حکم دیا کہ ان تین دنوں میں جتنی عورتوں کو حمل ہو وہ ضائع کر دیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، لیکن آذر کی بیوی جوان ہی دنوں میں حاملہ ہوئی تھی نے اپنے حمل کو چھپائے رکھا۔ جب پورے نو ماہ ہو گئے تو آذر کی بیوی نمرود بادشاہ کے خوف سے شہر سے باہر ایک غار میں چلی گئی، وہاں پر حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ شام ہوتے ہی غار کے منہ پر ایک پتھر رکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو غار میں ہی چھوڑ کر روتی ہوئیں گھر چلیں گئیں، ان کے جانے کے بعد حضرت جبرائیلؑ غار میں آئے اور بچے کے ہاتھ کے دونوں انگوٹھے انہوں نے بچے کے منہ میں ڈال دیئے، ایک انگوٹھے سے شہد اور دوسرے سے دودھ نکلا اور بچے کا پیٹ بھر گیا۔ دوسرے دن ان کی والدہ آئیں تو بچے کو ہشاش بشاش پایا اور متعجب ہوئیں۔ پھر اسی طرح گھر لوٹ آئیں، پھر آہستہ آہستہ ان کی والدہ نے غار میں آنا کم کر دیا۔ اب وہ ہر ہفتہ آتیں اور آپ کو تندرست توانا پا کر بہت تعجب کرتیں اور خوش بھی ہوتیں۔ اس طرح سات سال گزر گئے ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ماں سے پوچھا ''اُمی من ربک'' ترجمہ: "اے میری ماں تیرا خدا (پالنے والا) کون ہے"؟ وہ بولیں "تیرا باپ ہے جو مجھے کھانے اور پینے کو دیتا ہے"۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا "میرے باپ کا رب کون ہے"؟ انہوں نے جواب دیا "اکبر (ستارے) ہیں-" انہوں نے کہا "اکبر کا رب کون ہے"؟ ان کی بات کو سن کر ان کی ماں خاموش ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ بیٹے کے پاس سے رخصت ہوئیں، گھر آکر انہوں نے تمام باتیں اپنے شوہر آذر کو بتائیں اس نے یہ باتیں سن کر اپنی بیوی سے کہا ''یہی لڑکا نمرود کا دشمن ہوگا''۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت ابراہیمؑ بستی میں آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ قوم کے لوگ اپنی حاجات اپنی ہی بنائی ہوئی مورتیوں سے طلب کرتے ہیں اور بعض لوگ بتوں کو اور چاند اور سورج کی پرستش کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں کو ان چیزوں کی پرستش سے روکا اور ایک خدا پر ایمان لانے کے لئے کہا، لیکن لوگ نہ مانے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں کو لاجواب کرنے کے لئے پہلے ایک ستارے کو اپنا رب ٹھہرایا لیکن وہ کچھ دیر کے بعد غروب ہو گیا، تو لوگوں کو کہا "یہ رب نہیں ہے"۔ اگر یہ رب ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ حال میں نہیں جاتا"، پھر چاند اور سورج کو بھی ایسے ہی رب ٹھہرایا، لیکن ان کے غروب ہونے کے بعد کہا "یہ بھی رب نہیں ہیں"۔ اور اپنا رب ایک ہی ہستی کو ٹھہرایا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ لیکن ان کے باپ آذر نے کہا کہ ''میرا رب تو نمرود ہے''۔ جب نمرود کو معلوم ہوا کہ آذر کا بیٹا ایک خدا پر ایمان لانے کے لئے کہتا ہے، تو اس نے کہا "رب تو میں ہوں"۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا "میرا رب مشرق سے سورج کو نکالتا ہے تو مغرب سے نکال کر دکھا- " تو نمرود لاجواب ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا "آپ اور یہ پوری قوم گمراہی میں ہیں ایک خدا پر ایمان لائیں"۔

قرآن پاک سورہ الانبیاء، آیت نمبر 56-55 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: انہوں نے کہا ''ابراہیم کیا تو ہمارے پاس سچی بات لے کر آیا ہے یا تو ہمارا مذاق اڑا رہا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا اور تمہارا رب ایک ہی ہے اور وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ لیکن آذر اور باقی قوم کے لوگ اپنے بتوں کی حمایت ہی کرتے رہے"۔

تب حضرت ابراہیمؑ نے کہا:

ترجمہ: "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں فکر کروں گا تمہارے بتوں کی جب تم لوگ کہیں جاؤ گے"۔ (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 57)

یہ بات انہوں نے اپنے آپ سے چپکے سے کہی تھی۔(تفسیر سورۃ الانبیاء آیت 69-57)

پھر جب ان کی قوم ایک میلے میں شرکت کرنے کے لئے گئی، اور حضرت ابراہیمؑ باوجود اس کے کہ آذر نے آپ کو جانے کے لئے کہا لیکن آپ نہ گئے۔ اور سب لوگوں کے جانے کے بعد آپ بت خانے میں آئے اور ایک کلہاڑی سے تمام بتوں کو توڑ دیا، اور کلہاڑی کو ایک بڑے بت کی گردن میں لٹکا دیا، جس کو نہ توڑا تھا۔ جب لوگ واپس آئے اور بتوں کا یہ حشر دیکھا تو لوگ سمجھ گئے کہ یہ اسی جوان کا کام ہے جو لوگوں کو بتوں کی پوجا سے روکتا ہے، پس حضرت ابراہیمؑ کو بلایا گیا، اور ان سے پوچھا "یہ بت کس نے توڑے ہیں "؟ تو انہوں نے کہا " اپنے اس بڑے بت سے معلوم کرو، جس کے پاس کلہاڑی ہے "۔ انہوں نے کہا "یہ کیسے جوابدے گا؟ اور یہ کیسے توڑ سکتا ہے؟ یہ تو بے جان ہے-" تب حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں سے کہا " تم لوگوں کی عقلوں میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ ایک بے جان کیسے حاجات پوری کر سکتا ہے؟ یہ اپنے اوپر سے ایک مکھی بھی نہیں ہٹا سکتا۔ تو تمہارے کام کیسے آئے گا "؟ بادشاہ نمرود روز روز حضرت ابراہیمؑ کی اس قسم کی حرکات سے تنگ آ چکا تھا۔ اور وہ ڈر بھی گیا تھا اس نے لوگوں سے کہا " اس نوجوان کو ایسی سزا دی جائے جو باقی تمام لوگوں کے لئے باعث عبرت ہو۔ اور آئندہ کوئی بھی اس قسم کے دعوے نہ کرے "۔ تمام قوم نے نمرود کے حکم سے لکڑیاں جمع کیں اور اس میں آگ بھڑکائی جب آگ خوب بھڑک اٹھی، تو حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھایا گیا۔ حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا " کچھ حاجت ہے "؟۔ فرمایا اللہ ''کو معلوم ہے مجھے کیا حاجت ہے'' منجنیق چلائی گئی اور حضرت ابراہیمؑ آگ پر جا پڑے، پھر لوگوں نے دیکھا کہ یہ شعلہ مارتی ہوئی آگ آپ کو نہ جلا سکی، یہ آپ کے لئے گلزار بن گئی۔

اللہ عزوجل نے قرآن پاک کی سورہ الانبیاء، آیت نمبر 69 میں فرمایا:

ترجمہ: ''ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو ابراہیمؑ پر''۔

یہ دیکھ کر نمرود اور اس کا وزیر دونوں حیران ہوئے اور حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے نمرود نے کہا ''اے ابراہیمؑ تیرا پروردگار بہت بڑا ہے کہ اس نے شعلہ مارتی ہوئی آگ سے تجھے محفوظ رکھا''۔ یہ کہتا ہوا نمرود واپس اپنے محل چل دیا۔ وہ خائف ہو گیا تھا اور اپنی بادشاہی کو چھوڑنے کے خوف کی وجہ سے ایمان نہ لایا، لیکن اس کی بیٹی ایمان لے آئی۔

ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے پوچھا " اے خداوند تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے "؟ قرآن پاک میں اللہ نے اس بارے میں سورۃ البقرہ، آیت نمبر 260 میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب مجھے دکھلا کہ تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے''؟ تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کیا تجھے یقین نہیں ہے؟ فوراً ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: یارب مجھے یقین ہے کہ تو حق ہے لیکن میں ذرا اپنے دل کی تسکین چاہتا ہوں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) تم پکڑ لو چار جانور اور ان کو اپنے سے مانوس کر لو، پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سامنے پہاڑ پر ڈال دو، پھر ان کو بلاؤ تو یہ چاروں جانور تمہارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

بحکم الٰہی حضرت ابراہیمؑ چار جانور لائے، ایک ان میں سے مور تھا، ایک مرغ ایک کوّا اور ایک کبوتر۔ ان کو انہوں نے پالا اور اچھی طرح سے اپنے ساتھ مانوس کر لیا۔ کہ آپ کی آواز سے دوڑے آتے تھے پھر ان سب کو ذبح کر ڈالا، پھر ان کی تقسیم اس طرح کی کہ ایک پہاڑ پر سارے جانوروں کے سر رکھے ایک پر پیر، ایک پر دھڑ اور ایک پر، پَر رکھے۔ اور اپنے دل میں اطمینان بھی کر لیا کہ آج قدرت کے مناظر بھی دیکھیں گے۔ پھر انہوں نے پہاڑوں کے بیچ ہی کھڑے ہو کر ایک جانور کو پکارا تو اس کا سر آ کر ہوا میں کھڑا ہوا، پھر دھڑ اس سے آ کر مل گیا، پھر پیر لگے پھر پَر لگ گئے۔ اور وہ جانور آپ کے پاس دوڑتا ہوا چلا آیا، اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے باری باری تمام جانوروں کو بلایا اور چاروں بن کر دوڑے چلے آئے، تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت پر اس کا شکر ادا کیا۔

آگ میں ڈالے جانے اور اس میں سے صحیح سلامت نکل آنے کے باوجود جب کسی نے آپ کی بات نہ مانی تو آپ شام چلے گئے، وہاں پر ہی شادی کی ان کی بیوی کا نام سارہ تھا۔ وہاں کے بادشاہ نے حضرت سارہ کے تحفے کے طور پر حضرت حاجرہ کو دیا، بعد میں آپ نے حضرت حاجرہ سے بھی شادی کر لی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور حضرت حاجرہ کو لے کر کنعان چلے گئے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت حاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اونٹ پر سوار کیا اور بیت المقدس گئے اور وہاں سے خانہ کعبہ کا سفر کیا۔ پھر آپ حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ میں چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت حاجرہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر گئیں اور انہوں نے سات چکر لگائے اسی اثناء میں حضرت اسماعیل علیہ

السلام کو پیاس کی شدت نے ستایا، اور آپ علیہ السلام نے اپنے پاؤں روتے ہوئے زمین پر رگڑے، آپ علیہ السلام کے پاؤں کی رگڑ سے وہاں شگاف ہوا اور پھر اس میں سے پانی ابلنے لگا۔ حضرت حاجرہ بہت خوش ہوئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور خود بھی سیر ہو کر پانی پیا۔ یہ آب زم زم تھا، (آب زم زم کی یہ خاصیت ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے) پھر حضرت حاجرہ ایک پتھر لائیں اور چشمے کے منہ کو بند کر دیا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک قافلہ وہاں سے گزرا ان کے پاس بہت سی بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے، انہوں نے حضرت حاجرہ اور بچے کو وہاں دیکھا اور قریب ہی چشمے کو دیکھا تو بہت حیران ہوئے کیونکہ انہیں معلوم تھا یہاں آس پاس کہیں بھی پانی کا وجود نہ تھا۔ انہوں نے حضرت حاجرہ سے پانی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ انہوں نے حضرت حاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت چاہی آپ نے بخوشی اجازت دے دی، اب یہ تمام لوگ یہاں رہنے لگے، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان ہی لوگوں کے ساتھ پرورش پانے لگے۔

کچھ عرصے بعد حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ علیہ السلام سے ملنے کے لئے آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت المقدس سے خانہ کعبہ آئے تو انہوں نے وہاں لوگوں کو آباد دیکھا۔ یہ ادھر ادھر حضرت حاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے کہ حضرت حاجرہ علیہ السلام نے آپ کو پہچان لیا اور اپنی رہائش پر لے آئیں۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نو سال تھی، یہاں آنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم ملا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت حاجرہ علیہ السلام سے کیا، انہوں نے کہا "جو حکم اللہ تعالیٰ کا" اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے تو راستے میں شیطان نے آپ کو ورغلایا کہ تیرا باپ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے کر جا رہا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے پوچھا "ہم کہاں جا رہے ہیں"؟ حضرت ابراہیم نے کہا "اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تیری قربانی کا حکم دے رہا ہے، اے میرے بیٹے مجھے بتاؤ کہ تمہاری اس میں کیا مرضی ہے"؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''جس میں آپ کا رب راضی ہے اس میں میں راضی ہوں''۔ پس مقررہ جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس طرح لٹایا کہ آپ کا منہ دوسری طرف رہے۔ اور پھر آپ کی گردن پر بڑے زور سے چھری چلا دی لیکن جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو دنبے کو ذبح کیا ہوا پایا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پاس کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم نے اللہ کا شکر ادا کیا اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت حاجرہ علیہ السلام کے پاس چھوڑ کر حضرت سائرہ علیہ السلام کے پاس بیت المقدس چلے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور خانہ کعبہ بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کی نشاندہی بھی کر دی۔

قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: اور جب اٹھانے لگے ابراہیم اور اسماعیل بنیادیں اس گھر کی تب کہنے لگے کہ اے رب قبول کر (ہماری یہ محنت) تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 127)

اور پھر کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے۔

ترجمہ: ''اے رب اس شہر کو امن وامان والا بنانا، اور روزی دے یہاں کے رہنے والوں کو میووں سے، جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور آخرت پر''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 126)

جب خانہ کعبہ بن کر تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

ترجمہ: ''اور اعلان کر دو لوگوں میں کہ آئیں میرے پاس حج کے لئے، اس گھر میں پیدل اور سواری پر اگر چہ ان کے اونٹ دبلے پتلے ہی ہوں''۔ (سورۃ الحج، آیت نمبر 27)

یہ حکم سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''یا رب میری آواز یہاں کون سنے گا؟ یہ کہاں تک جائے گی''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' آواز کو پہنچانا ہمارا کام ہے''۔ حضرت ابراہیم ایک بلند پہاڑ پر چڑھ گئے اور لوگوں کو حج کے لئے اس گھر کی دعوت دی۔ اس آواز کو سب نے سنا چاہے جو زندہ تھے یا ماں باپ کے ارحام اور پشت میں تھے۔ اور جس کی قسمت میں حج تھا اس نے لبیک کہا جس کی قسمت میں ایک بار حج تھا اس نے ایک مرتبہ لبیک کہا اور جس کی قسمت میں جتنے حج تھے انہوں نے اتنی ہی بار لبیک کہا۔ خانہ کعبہ بنانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہ السلام کے پاس چلے گئے۔

کچھ عرصے کے بعد ان کے پاس کچھ مہمان آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس کھانا رکھا لیکن دیکھا کہ مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ

بڑھایا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا تو کہا "اے ابراہیم ہم تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، اور تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دینے آئے ہیں"۔ ان کی بیوی نے جب یہ سنا تو ہنس پڑیں اور کہا" ہائے خرابی میں بچہ پیدا کروں گی میں تو اب بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے"۔ اور تعجب کا اظہار کیا تو فرشتوں نے کہا "تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور برکت ہے تم پر اور تمہارے گھر پر"۔ پھر انہوں نے کہا "اللہ تمہیں ایک نیک صالح فرزند اور پیغمبر عطا فرمائے گا جس کا نام اسحاقؑ ہوگا، اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام ہوں گے جن کی پشت سے ہزاروں انبیاء اکرام علیہ السلام پیدا ہوں گے''۔ (تفسیر سورہ ہود، آیت نمبر 69-72)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحائف نازل ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ حضرت محمد مصطفی (خاتم النبیین ﷺ) سے پوچھا "اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں نازل فرمائیں اور کتنے صحیفے"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا"100 صحیفے اور چار کتابیں۔ 50 صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے، 30 حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے, 10 حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نازل ہوئے 10 حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ اس کے علاوہ چار کتابیں ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن مجید"۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا" حضرت ابراھیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا خاص بات تھی"؟ ارشاد فرمایا" وہ سب ضرب المثل تھی۔ مثلاً ''او مسلط اور مغرور بادشاہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے اور تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے۔ کیونکہ مظلوم کی فریاد کو میں رد نہیں کرتا اگر چہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو"۔ (فضائل اعمال-مولانا زکریا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تو آپ علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسماعیلؑ کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹے کا نام ''قیدار'' تھا۔ حضرت اسحاقؑ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام عیص اور دوسرے کا نام یعقوب تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی بیٹی کی شادی عیص سے ہوئی تھی۔

****

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کی کنیت ابوالعباس اور نام "بلیا" اور ان کے والد کا نام "ملکان" ہے۔ "بلیا" سریانی زبان کا لفظ ہے۔عربی زبان میں اس کا ترجمہ "احمد" ہے۔ "خضر" ان کا لقب ہے۔

"خضر" کے معنی سبز چیز کے ہیں۔ یہ جہاں بیٹھتے تھے وہاں آپ کی برکت سے ہری ہری گھاس اُگ جاتی تھی اس لئے لوگ ان کو "خضر" کہنے لگے۔

ابوالعباس بلیا بن ملکان:- حضرت خضر علیہ السلام حضرت ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔حضرت خضر علیہ السلام حضرت ذوالقرنین کے وزیر اور جنگلوں میں علمبردار رہے ہیں۔حضرت خضر علیہ السلام حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔تفسیر صاوی میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے مدتوں اُن کی صحبت میں رہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کو کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں۔ (صاوی، ج ۴،ص ۱۲۱۴، پ ۱۶، الکھف: ۸۳)----تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے فوری بعد کا ہی ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "حضرت خضرؑ اہل زمین میں سب سے بڑے عالم ہیں وہ انیس الابدال ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لشکریوں میں سے ہیں، وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں حق ہوتا ہے۔اللہ تعالی نے حضرت خضرؑ کو علم لدنی عطا فرما کر دنیا میں لوگوں کی خدمت کرنے پر مامور فرمایا۔آپ زندہ نبی ہیں اور اللہ کے حکم سے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں"۔ان کا ایک واقعہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مکالمہ کی شکل میں موجود ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے روایت کیا ہے "خضرؑ کی وجہ تسمیہ یہ ہے آپ خشک زمین پر تشریف فرما ہوتے تو وہ سرسبز وشاداب ہوکر لہلہانے لگتی تھی"۔(مسند احمد، جلد 9 حدیث نمبر 10394 -مشکوۃ المصابیح، جلد 3 حدیث نمبر 5712)

کنیت:- بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت خضرؑ کی کنیت ابوالعباس ہے، خضر لقب ہے جو نام پر غالب آ گیا ہے۔

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

اس میں کچھ علماء نے اختلاف کیا ہے۔لیکن جمہور علماء (یعنی کثیر علماء) کی یہ ہی رائے ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ بلکہ ان کی ملاقات حضرت موسی علیہ السلام سے بھی ثابت ہے حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام کا دور حضرت موسی علیہ السلام سے کئی سو برس پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے فوری بعد کا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں ان کے درمیان اور اور حضرت موسی علیہ السلام کے درمیان 400 سال کا فرق ہے۔تو اس لحاظ سے حضرت موسی علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے تقریباً 600 سال بعد پیدا ہوئے۔

امام بدرالدین عینی صاحب شرح بخاری نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ جمہور (کثیر علماء) کا مذہب یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور زندہ ہیں۔(عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری مصنف بدرالدین العینی۔کتاب العلم، باب ماذکر فی ذہاب موسی، ج ۲،ص ۸۴، ۸۵)

خدمت بحر (یعنی سمندر میں لوگوں کی رہنمائی کرنا) اِنہیں سے متعلق (یعنی انہیں کے سپرد) ہے اور الیاس علیہ السلام "بَرّ" (خشکی) میں ہیں۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، حرف الخاء المعجمۃ، باب ماورد فی تعمیرہ، ج ۲،ص ۲۵۲)

حضرت خضرؑ کے بارے میں مجدد الف ثانیؒ سے پوچھا گیا "وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں؟" "تو آپؒ بارگاہ الٰہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے (اللہ تعالی سے معلوم کرنے کے لئے) تو حضرت مجددؒ نے دیکھا کہ حضرت خضرؑ ان کے پاس کھڑے ہیں، آپ نے ان سے ان کی حقیقت حال دریافت کی تو حضرت خضرؑ نے فرمایا "میں اور الیاس زندوں میں سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو ایسی قوت بخشی ہے جس سے ہم مجسم ہوجاتے ہیں (یعنی روح جسم میں آجاتی ہے اور جسم زندہ ہوجاتا ہے) اور زندوں کی طرح کام کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ چاہے جس کے لئے چاہے ہم گمراہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے ان کو علم الدنی کی تعلیم کرتے ہیں، اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا سے روحانی نسبت مرحمت کرتے ہیں یعنی ہمیں اولیاء اللہ میں سے جو قطب مدار ہوتا ہے اس کا معاون اور مددگار بنایا جاتا ہے۔آج کل یمن کے ایک بزرگ قطب مدار ہیں اور وہ بزرگ شافعی المذہب ہیں، ہم ان کے ساتھ شافعی

المذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں'' ۔(علماء اکرام نے مندرجہ بالا عبارت کو کشف صحیح قرار دیا ہے۔

امام شافعیؒ اپنی سند میں فرماتے ہیں کہ قاسم بن عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں خبر دی،انہوں نے جعفر بن محمدؒ انہوں نے اپنے والدانہوں نے اپنے دادا علیؓ بن حسینؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ رحلت فرما گئے تو تعزیت کرنے والوں نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے حضور ہر مصیبت پر صبر بہتر ہے،اور ہر جانے والا ایک نائب ہے۔ ہر کھو جانے والی چیز کی گہرائی کی ایک انتہا ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرو اور اسی پر بھروسہ کرو، بے شک مصیبت زدہ تو وہ ہے جو بھلائی سے محروم رہا'' - ---علی بن حسینؓ نے لوگوں سے پوچھا " کیا تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ یہ خضرؑ تھے "-(قصص الانبیاء)

ابن عساکرؒ نے بیان کیا کہ دمشق کی جامع مسجد کا بانی ولید بن عبدالملک بن مردان نے ایک دن خواہش کی کہ وہ شب بھر مسجد میں عبادت کرتا رہے،سو اس نے حکم جاری کر دیا کہ مسجد کو اس کے لئے خالی کر دیا جائے،لوگوں نے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا۔ جب وہ رات کے وقت باب الساعات میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا ایک شخص اس کے اور باب الخضر اء کے درمیان نماز پڑھ رہا ہے۔ولید نے کہا" کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مسجد کو خالی کرا دو"،متولیوں نے عرض کیا"امیر المومنین یہ حضرت خضرؑ ہیں جو ہر رات یہاں نماز ادا کرنے آتے ہیں"-(قصص الانبیاء)

حافظ ابو القاسم ابن عساکرؒ فرماتے ہیں ابن جریجؒ عطا سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ دونوں ہر سال حج کے موقع پر جمع ہوتے ہیں"۔(صادی،جلد 2 صفحہ 1208 -تفسیر خازن،ابن عساکر)

ابن عساکرؒ ابن ابی درداؓ کے توسط سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ دونوں رمضان المبارک کے روزے بیت المقدس میں رکھتے ہیں اور ہر سال دونوں اکھٹے حج کرتے ہیں،آب زم زم ایک مرتبہ پی لیتے ہیں جوان کے لئے آئندہ سال تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔(قصص الانبیاء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام-حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت حاجرہ علیہ السلام کے بطن سے اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہ السلام کے بطن سے تھے-حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام سے 14 سال بڑے تھے-

حضرت سارہ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام میں قیام پذیر رہیں-حضرت حاجرہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکہ میں آ کر آباد ہوئیں-ان کی آمد پر چشمہ زم زم جاری ہوا اور پھر مکہ کی اس ریگستان وادی میں لوگ آ کر آباد ہونا شروع ہوئے-حضرت اسماعیلؑ ہر سال مکہ سے اپنے والد کی زیارت کے لئے ملک شام جایا کرتے تھے اور وہاں حضرت اسحاقؑ اور دوسرے لوگوں سے ملاقات کر کے واپس آجایا کرتے تھے۔کچھ روایات میں حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے بتائے ہیں ایک ان میں سے قیدار تھا،اور ایک ثابت۔

ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کو ارشاد ہوا "اے اسماعیل تم مغرب کی زمین پر جاؤ اور وہاں کے باشندوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔اور دعوت حق دو"-چنانچہ بحکم خداوندی آپ فوراً وہاں گئے اور تقریباً پانچ برس خلق خدا کی ہدایت کی۔یہاں تک کے تمام بت پرست مسلمان ہو گئے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:(سورۃ مریم،آیت نمبر 54)

ترجمہ:"اور یاد کرو اسماعیل کو کہ وہ اپنے وعدے کا پکا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی-" اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو صادق الوعد فرمایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس شام گئے-اپنی بیٹی کی شادی حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیص سے کر دی۔اور پھر واپس مکہ چلے آئے-ایک سال بعد انتقال فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی،آخری وقت تک آپ علیہ السلام مکہ میں رہے۔آپ علیہ السلام کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق ہو گئے،مگر دو بیٹے ثابت اور قیدار مکہ میں ہی رہے اور بیشتر اہل عرب اور اہل حجاز ان ہی کی نسل میں سے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے تھے-اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل کنعان پر پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔حضرت اسحاقؑ کی بیوی اہل کنعان کے سردار کی بیٹی تھی،ان کے دو بیٹے تھے عیص اور یعقوب۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی شادی عیص سے کر دی۔عیص کی اولاد میں سے سوائے حضرت ایوب علیہ السلام کے کوئی نبی نہیں ہوا-عیص کے ایک بیٹے کا نام روم تھا،اب جو شہر روم کے نام سے آباد ہے اس کو اس نے ہی بسایا تھا۔آج کل اس کو استنبول بھی کہتے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام نے 160 برس کی عمر پائی اور اپنی ماں حضرت سارہ علیہ السلام کے قریب دفن کئے گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ اپنے ماموں کے پاس ملک شام چلے گئے-ان کے ماموں کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام ''لیا'' اور دوسری کا نام ''راحیل'' تھا۔یہ دونوں بہنیں آپ علیہ السلام کے نکاح میں آئیں-اس وقت کی شریعت میں دو بہنیں ایک آدمی سے شادی کر سکتیں تھیں،شریعت محمدی میں اس کی ممانعت ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہونے کے بعد ان کو پیغمبری ملی۔حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بے شمار انبیاء اکرام علیہ السلام ہوئے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب بنی اسرائیل تھا-اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی-

****

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السّلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پڑپوتے ہیں۔ والدہ راحیل، حضرت یوسف علیہ السّلام کے چھوٹے بھائی، بنیامین کی پیدائش کے وقت انتقال کرگئی تھیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کو 12 بیٹوں سے نوازا تھا، لیکن راحیل کے بطن سے دو بیٹے، یوسفؑ اور بنیامین ہی ہوئے۔ اب یہ بِن ماں کے بھی تھے اور دس سوتیلے بھائیوں سے چھوٹے بھی۔ پھر شدید قربت اور محبّت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی پیشانی پر چمکتے نورِ نبوّت کا مشاہدہ بھی کرلیا تھا۔

قرآنِ کریم میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا قصّہ:-

اللہ عزّوجل نے قرآنِ کریم کی ایک سوگیارہ آیات پر مشتمل پوری ایک سورت ''سورۂ یوسف'' میں حضرت یوسفؑ کے واقعے کو بیان فرمایا ہے۔ اس سورت میں بیان کردہ واقعہ کو ''احسن القصص''، یعنی ''بہترین واقعہ'' کہا گیا ہے۔ دراصل، اس سبق آموز واقعے میں حسد وعناد کا انجام، نفسِ عمّارہ کی شورشیں، عبرتیں، حکمتیں، مواعظ و نصائح، انسانی عوارض وحوادث، بشری لغزشیں، صبر واستقامت اور رضا وتسلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور رحم وکرم کی کرشمہ سازیاں جس دِل چسپ اور خُوب صورت انداز میں پیش کی گئی ہیں، وہ رہتی دنیا تک کے لیے انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ قرآنِ پاک میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا نامِ مبارک چھبیس مرتبہ آیا ہے، جن میں سے چوبیس بار سورۂ یوسف میں، جب کہ سورۂ انعام اور سورۂ غافر میں ایک، ایک بار آپؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ یوسفؑ کی شانِ نزول:-

روایت میں ہے کہ جب آنحضرت خاتم النبیین ﷺ مکّۂ معظّمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی، تو وہاں کے یہودیوں نے اپنے چند آدمی اس کام کے لیے مکّۂ معظّمہ بھیجے کہ وہ جا کر آپ خاتم النبیین ﷺ کی آزمائش کریں۔ اُنھوں نے مبہم انداز میں سوال کیا'' اگر آپ خاتم النبیین ﷺ سچّے نبی ہیں، تو ذرا یہ بتلایئے کہ وہ کون سے پیغمبر تھے، جن کا ایک بیٹا مُلکِ شام سے مصر لے جایا گیا اور باپ اُن کے غم میں روتے روتے نابینا ہوگئے؟'' دراصل یہ سوال یہودیوں نے اس لیے منتخب کیا تھا کہ اس کی کوئی عام شہرت تھی اور نہ مکّے میں کوئی اس واقعے سے واقف تھا، کیوں کہ اُس وقت مکّے میں اہلِ کتاب میں سے کوئی نہ تھا، جس سے بحوالہ تورات وانجیل اس قصّے کا کوئی جز معلوم ہوسکتا۔ اُن کے سوال پر پوری سورۂ یوسف نازل ہوئی، جس میں حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا پورا واقعہ مذکور ہے اور اتنی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ تورات اور انجیل میں بھی اتنی تفصیل نہیں۔ اس لیے اس کا بیان کرنا آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کا کُھلا معجزہ تھا۔ (معارف القرآن، ج5 ص29)

حضرت یوسفؑ کا خواب:-

حضرت یوسفؑ ابھی سنِ بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے کہ اُنہوں نے ایک خواب دیکھا۔ جس کا اپنے والد سے یوں ذکر کیا'' اے ابّا جان! مَیں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کررہے ہیں۔'' (سورۂ یوسف 4:) اُنہوں نے کہا'' پیارے بیٹے! اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی فریب کاری کریں۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 5:)

سوتیلے بھائیوں کا حسد:-

حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی ان سے حسد کرتے تھے۔ اُنہوں نے آپس میں کہا کہ'' یوسفؑ کو (یا تو جان سے) مار ڈالو یا اُسے کسی مُلک میں پھینک آؤ۔ پھر ابّا کی توجّہ صرف ہماری طرف ہوجائے گی اور اُس کے بعد ہم اچھی حالت میں ہوجائیں گے۔'' اُن میں سے ایک نے کہا کہ'' یوسفؑ کو قتل تو نہ کرو، بلکہ کسی اندھے کنویں (کی تہہ) میں ڈال آؤ تاکہ کوئی (آتا جاتا) قافلہ اُسے نکال کر لے جائے، اگر تم کو کچھ کرنا ہی ہے، تو یوں کرو۔'' (سورۂ یوسف 10,9:) مفسّرین لکھتے ہیں کہ کنویں میں ڈالنے کی تجویز بڑے سوتیلے بھائی، یہودا نے دی تھی۔ اگلے دن دسوں بھائی والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا'' ابّا جان! آخر آپؑ، یوسفؑ کے بارے میں ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے۔ ہم تو اُن کے خیر خواہ ہیں۔ کل آپؑ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خُوب کھائے پیے اور کھیلے۔ اس کی حفاظت کے ہم ذمّے دار ہیں۔'' حضرت یعقوبؑ نے کہا'' یہ اَمر مجھے غم ناک کیے دیتا ہے کہ تم اُسے لے جاؤ اور یہ بھی خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اُس سے غافل ہوجاؤ اور اُسے بھیڑیا کھا جائے۔'' اُنہوں نے

جواب دیا ''ہم جیسی طاقت وَر جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اُنھیں بھیڑیا کھا جائے، تو ہم بالکل نکمّے ہی ہوئے۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 14 تا 11)

حضرت یوسفؑ بھائیوں کے ہمراہ:-

قرآنِ پاک میں بیان کیا گیا ہے'' پھر جب وہ اس کو لے کر چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنویں کی تہہ میں پھینک دیں، تو ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی بھیجی کہ یقیناً (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور وہ تجھے نہ پہچانیں گے۔'' (سورۂ یوسف 15:) روایت میں ہے کہ اُس وقت حضرت یوسف علیہ السّلام کی عُمر سات سال تھی۔ (مظہری)

کنویں کے اندر:-

امام قرطبیؒ اور دیگر مفسّرین نے حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے۔ اُنہیں ایک ڈول میں رکھ کر کنویں میں لٹکا دیا، جب نصف تک پہنچے تو ڈول کی رسّی کاٹ دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی حفاظت فرمائی اور حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا تو اُنہوں نے حضرت یوسفؑ کو کنویں کے اندر ہی ایک چٹان پر بٹھا دیا۔ آپؑ تین روز تک اس کنویں میں رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا بڑا بھائی یہودا دوسرے بھائیوں سے چُھپ کر روزانہ اُن کے لیے کھانا، پانی لاتا اور ڈول کے ذریعے اُن تک پہنچا دیتا تھا۔ (معارف القرآن ج5 ص36)

والد کے سامنے آہ و بکا:-

حضرت یوسفؑ کے بھائی عشاء کے وقت آہ و بکا کرتے والد کے پاس پہنچے اور کہنے لگے'' ابّا جان! ہم سب تو دوڑنے میں لگ گئے تھے اور یوسفؑ کو ہم نے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا۔ ایک بھیڑیا آیا اور اُسے کھا گیا۔ اور آپؑ ہمارا کیوں یقین کرنے لگے، اگرچہ ہم کتنے ہی سچّے ہوں۔'' (سورۂ یوسف 17) حضرت یعقوبؑ نے فرمایا'' (حقیقت یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دِل سے (یہ بات) بنا کر لائے ہو۔ بس میرے لیے صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔'' (سورۂ یوسف 18)

اللہ کی جانب سے امداد:-

تفسیر قرطبیؒ میں ہے کہ ایک تجارتی قافلہ، جو مُلکِ شام سے مِصر جا رہا تھا، راستہ بھول کر اس غیر آباد جنگل میں پہنچ گیا۔ قافلے کے لوگ پانی کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ ایک شخص مالک بن دبھر اُس کنویں تک پہنچ گیا۔ اُس نے پانی لینے کے لیے ڈول ڈالا، حضرت یوسفؑ نے ڈول کی رسّی پکڑ لی۔ مالک بن دبھر نے ڈول کو بھاری دیکھ کر اوپر کھینچا، لیکن جب اس نے ڈول کے ساتھ ایک نوعُمر بچّے کو دیکھا، تو خوشی سے پکار اٹھا'' ارے! بڑی خوشی کی بات ہے۔ یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا۔''

بھائی کو فروخت کر دیا:-

مفسّرین لکھتے ہیں کہ سوتیلا بھائی، روزانہ کھانا لایا کرتا تھا، اُس روز جب وہ کنویں پر آیا اور یوسفؑ کو نہ پایا، تو بھائیوں کو بلا لایا۔ سب یوسفؑ کو تلاش کرتے قافلے والوں کے پاس جا پہنچے اور اُن سے کہا'' تمہارے پاس جو لڑکا ہے، وہ ہمارا غلام ہے، ہم سے بھاگ آیا ہے۔ اب یہ ہمارے لیے بے کار ہے۔ تم چاہو، تو اُسے خرید لو۔'' قافلے والے ایک اجنبی جگہ پر تھے، سو، ان دَس بھائیوں کے خوف سے اُنہیں خریدنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت ابنِ عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ ان بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو بیس درہم میں فروخت کر کے آپس میں دو، دو درہم تقسیم کر لیے۔ (ابنِ کثیر)

بازارِ مصر میں:-

قافلے والوں نے حضرت یوسفؑ کو مصر کے بازار میں فروخت کر دیا۔ (ابنِ کثیر)

تفسیر قرطبیؒ میں ہے کہ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر قیمتیں لگانا شروع کیں، یہاں تک کہ حضرت یوسفؑ کے وزن کے برابر سونے، وزن کے برابر مُشک اور وزن کے برابر ریشمی کپڑے میں فروخت کر دیئے گئے۔ حضرت یوسفؑ کو خریدنے والا شخص عزیزِ مصر، یعنی وزیرِ مملکت تھا، جو خزانہ اور امورِ سلطنت پر مختار تھا۔

زلیخا کا حضرت یوسفؑ پر فریفتہ ہونا:-

عزیزِ مِصر، حضرت یوسفؑ کو خوش خوش اپنے گھر لے آیا اور بیوی کو نصیحت کی کہ اسے بہت پیار و محبّت سے رکھو۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے'' مِصر

والوں میں سے جس نے اُسے (حضرت یوسفؑ کو) خریدا تھا، اُس نے اپنی بیوی سے کہا ''اسے بہت عزّت واحترام کے ساتھ رکھو، بہت ممکن ہے کہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنالیں۔'' یوں ہم نے مِصر کی سرزمین میں یوسفؑ کے قدم جما دیئے۔'' (سورۂ یوسف 21:) کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپؑ سنِ شباب پر پہنچ گئے۔ عزیزِ مِصر کی بیوی، زلیخا آپؑ کے حُسن سے بہت متاثر تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی نیّت بدلنے لگی اور اُس نے آپؑ پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ یہ عورت شیطان کے چنگل میں پھنس کر دعوتِ گناہ پر مُصر ہے، تو باہر نکلنے کے لیے دروازے کی جانب بھاگے۔ زلیخا پکڑنے کے لیے اُن کے پیچھے دوڑی، اُن کی قمیص کا پچھلا دامن اُس کے ہاتھ میں آ گیا، جسے اُس نے اپنی طرف کھینچا، تو وہ پھٹ گیا۔ حضرت یوسفؑ باہر نکلے، تو سامنے عزیزِ مصر کھڑا تھا۔ پیچھے زلیخا بھی باہر آ گئی، اُس نے شوہر کو دروازے پر کھڑا دیکھا، تو معصوم بن گئی اور حضرت یوسفؑ پر الزام لگاتے ہوئے گویا ہوئی ''جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بُرا ارادہ کرے، تو بس اُس کی سزا یہی ہے کہ اُسے قید کر دیا جائے اور اُسے کوئی دردناک سزا دی جائے۔'' (سورۂ یوسفؑ 25) حضرت یوسفؑ نے جب دیکھا کہ اُس عورت نے الزام اُن ہی پر لگا دیا ہے، تو صُورتِ حال واضح کر دی'' بولے! یہی مجھے اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 26)

زلیخا کے عشق کے چرچے:-

یہ واقعہ دربارِ خاص سے ہوتا ہوا شہر کی خواتین تک میں عام ہو گیا۔ اُنہوں نے زلیخا کو بدنام اور اسے لعن طعن کرنا شروع کر دیا، جس کا ذکر قرآنِ کریم میں یوں کیا گیا ہے ''اور عورتوں نے شہر میں چرچا کیا کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو چاہتی ہے، اس کی محبّت میں فریفتہ ہو گئی ہے، ہم تو اسے صریح غلطی پر دیکھتے ہیں۔'' (سورۂ یوسف، 30) زلیخا جب ان عورتوں کے طنز سے تنگ آ گئی، تو اُس نے ان عورتوں کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کر لیا، عورتوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھا تو بے اختیار بول اُٹھیں

''سبحان اللہ! یہ انسان ہرگز نہیں، یہ تو یقیناً کوئی بہت بزرگ فرشتہ ہے۔'' جب زلیخا نے دیکھا کہ یہ عورتیں تو یوسفؑ کے جلوۂ حسن سے مبہوت و مدہوش ہو گئی ہیں، تو اُس نے کہا'' یہی وہ غلام ہے، جس کے بارے میں تم مجھ پر لعنت ملامت کر رہی تھیں۔ مَیں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا، لیکن اس نے اپنے آپ کو روک لیا اور جو کچھ مَیں کہہ رہی ہوں، اگر یہ وہ کام نہ کرے گا، تو قید کر دیا جائے گا اور رسوا ہو گا۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 32,31)

حضرت یوسفؑ کی دُعا:-

مفسّرین لکھتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد آپؑ نے اپنے ربّ سے التجا کی ''اے میرے پروردگار! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے، اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تُو مجھ سے اُن کے فریب کو نہ ہٹائے گا، تو مَیں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔'' (سورہ یوسف، آیت نمبر 33)

جیل روانگی:-

حضرت یوسفؑ کی عفّت و پاک دامنی ثابت ہونے کے باوجود، عزیزِ مصر نے اُنہیں حوالۂ زنداں کر دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے جیل جانے کی دُعا قبول فرما کر ایک طرف تو اُنھیں عورتوں کی چال بازیوں سے بچا لیا، تو دوسری طرف شاہِ مصر کے قُرب اور حکومت میں شامل ہونے کے مواقع فراہم کر دیے۔ آپؑ قیدیوں کی خبر گیری کرتے اور اُن سے پیار و محبّت سے پیش آتے۔ چناں چہ بہت جلد قیدیوں میں مقبول ہو گئے۔

قیدیوں کے خواب اور اُن کی تعبیر:-

محل کے دو خاص آدمی بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں گرفتار کر کے قید خانے لائے گئے۔ اُن میں سے ایک شاہی ساقی یعنی بادشاہ کو مشروبات پلانے والا اور دوسرا، باورچی تھا۔ ایک رات اُن دونوں نے عجیب و غریب خواب دیکھے، جس کی تعبیر کے لیے حضرت یوسفؑ سے رجوع کیا گیا۔ ایک نے خواب میں خود کو شراب نچوڑتے دیکھا اور دوسرے نے دیکھا کہ وہ اپنے سَر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہے، جسے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا ''اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرّر ہو جائے گا، لیکن دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔'' (اور پھر ایسا ہی ہوا) آپؑ نے دونوں اشخاص میں سے جس کی نسبت خیال کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا، اُس سے کہا ''اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا لیکن شیطان نے اُن کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا اور آپؑ کئی برس جیل خانے ہی میں رہے۔

بادشاہ کا خواب اور اُس کی تعبیر:-

آپؑ سات سال جیل میں رہے، پھر اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب نبیؑ کی باعزّت رہائی کا بندوبست فرمادیا۔ ہوا یوں کہ مصر کے بادشاہ نے ایک ایسا حیران کُن اور پریشان کُن خواب دیکھا کہ درباری اور مصاحبین بھی اُس کی تعبیر نہ بتا سکے۔ قرآنِ پاک میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے ''اور بادشاہ نے کہا'' مَیں خواب دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں، جنھیں سات دُبلی گائیں کھاتی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک۔ اے درباروالو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر دینے والے ہو۔'' اُنہوں نے کہا'' یہ خیالی خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔'' (سورۂ یوسف 43،44) اُس وقت دربار میں وہ شاہی ساقی بھی موجود تھا۔ اُسے جیل میں قید حضرت یوسفؑ یاد آگئے۔ اُس نے بادشاہ سے کہا کہ'' اگر مجھے جیل خانے جانے کی اجازت عنایت فرمادیں، تو مَیں اس خواب کی تعبیر آپ کو لادوں گا۔'' بادشاہ نے اُسے اجازت دے دی، تو وہ حضرت یوسفؑ کے پاس آیا۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے'' جب وہ یوسفؑ کے پاس آیا، تو کہنے لگا'' اے یوسفؑ! آپؑ بڑے سچّے ہیں! آپؑ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلایئے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں، جنہیں سات دُبلی پتلی گائیں کھارہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات ہی خشک، تاکہ مَیں اُن لوگوں کے پاس واپس (جاکر تعبیر بتاؤں) عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں۔'' یوسفؑ نے کہا'' تم لوگ سات سال تک متواتر کھیتی کرتے رہو گے، تو جو (غلّہ) کاٹو، تو تھوڑے سے غلّے کے سِوا، جو کھانے میں آئے، باقی خوشوں ہی میں رہنے دینا۔ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے۔ وہ اس غلّے کو کھاجائیں گے، جو تم نے اُن کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا۔ صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا، جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خُوب مینہ برسے گا اور لوگ اس میں رَس نچوڑیں گے۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 46 تا 49) حضرت یوسفؑ نے نہ صرف خواب کی تعبیر بیان فرمائی، بلکہ اناج کو کیڑے سے محفوظ رکھنے کے لیے ہم دَردانہ مشورہ بھی دے دیا۔

رہائی سے پہلے الزام کی تحقیق کی شرط:-

شاہی ساقی نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر خواب کی تعبیر بیان کی، تو بادشاہ بہت حیران ہوا۔ اُس نے حکم جاری کیا کہ تعبیر بتانے والے کو دربار میں پیش کیا جائے۔ قاصد فوری طور پر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دربار میں چلنے کی درخواست کی۔ آپؑ نے فوری طور پر جانا پسند نہ فرمایا اور قاصد سے کہا'' اپنے بادشاہ کے پاس جاکر کہو کہ وہ پوچھیں کہ اُن عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے؟ جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔'' اس پر بادشاہ نے عورتوں کو طلب کیا اور پوچھا- عورتوں نے جب حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی کی گواہی دے دی، تو زلیخا نے کہا'' (اصل یہی ہے کہ) مَیں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بے شک سچّے ہیں۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 51)

حضرت یوسفؑ کو دربار میں لایا گیا، تو بادشاہ نے بڑا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور آپؑ سے خواب کی تمام تفصیلات اور اُن کا حل دریافت کیا۔ بادشاہ، آپؑ کی فہم و فراست اور فطانت و ذہانت سے بے حد متاثر ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا'' مجھے اس مُلک کے خزانوں پر مقرّر کردیجیے، کیوں کہ مَیں حفاظت کرسکتا ہوں اور (اس کام سے) واقف بھی ہوں''۔ بادشاہِ مصر ایک جہاں دیدہ، تجربہ کار اور چہرہ شناس شخص تھا، اُس نے آپؑ کو خزانے سمیت اُمورِ مملکت میں مختارِ کُل بنادیا۔

خوش حالی کے سات سال اور قحط کی ابتدا:-

شاہِ مصر کے خواب کے مطابق شروع کے سات سال خُوش حالی کے تھے۔ آپؑ نے بہترین حکمتِ عملی اختیار کرتے ہوئے تین اہم کام کیے (1) اناج کی پیداوار میں بڑے پیمانے پر اضافہ، بنجر زمینوں پر کاشت کا خصوصی انتظام (2) اناج کے استعمال میں احتیاط اور کفایت شعاری (3) اناج کی زیادہ سے زیادہ ذخیرہ اندوزی۔ خوش حالی کے دنوں میں آپؑ نے ایک وقت کھانے کا حکم فرمایا اور خود بھی اس پر سختی سے عمل پیرا ہوئے۔ سات برس بعد قحط کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ آپؑ نے عوام کو تاکید کردی تھی کہ جس قدر ممکن ہو، اپنے گھروں میں غلّہ جمع کرلیں۔ ایک برس بعد آپؑ نے اعلان کروادیا کہ اناج کی تقسیم صرف دربارِ شاہی سے ہوگی۔ لہٰذا، لوگ اناج کے حصول کے لیے وہاں کا رُخ کرنے لگے، جہاں حضرت یوسفؑ کی نگرانی میں اناج تقسیم کیا جاتا تھا۔ آپؑ نے غلّے کی فروخت کا ایک خاص پیمانہ بنایا تھا۔ کسی کو بھی ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلّہ نہیں ملتا تھا۔ قحط نے مصر کے علاوہ، شام اور فلسطین سمیت پورے خطّے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت یوسفؑ کی فیّاضی اور رحم دلی کی شہرت بھی دُور دُور تک پھیل چکی تھی۔ لوگ جُوق در جُوق آتے اور اناج خرید کر چلے جاتے۔ حضرت یعقوبؑ کا خاندان، فلسطین میں تھا اور جب یعقوبؑ کو عزیزِ مصر (یعنی حضرت یوسفؑ) کی فیّاضی کا علم ہوا، تو بیٹوں سے کہا'' تم بھی مصر جاکر اُس رحم دِل حکمران سے غلّہ لے آؤ۔''

برادرانِ یوسفؑ دربار میں:-

بنیامین کے علاوہ، دسوں بھائی شاہی دربار میں غلّہ لینے پہنچ گئے، جہاں حضرت یوسفؑ شان وشوکت کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔ بھائی تو اُنھیں نہ پہچان سکے، لیکن اُنھوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔حضرت یوسفؑ سات برس کی عُمر میں اُن سے جدا ہوئے تھے اور اب چالیس سال کے ہو چُکے تھے۔(قرطبی ومظہری) آپؑ نے مزید اطمینان کے لیے اُن سے سوالات کیے اور فرمایا''تم مِصری معلوم نہیں ہوتے، تمہاری زبان بھی عبرانی ہے۔کہیں کسی دشمن مُلک کے جاسوس تو نہیں ہو؟''ان سوالات کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے حالات کے بارے میں سب کچھ بتادیں۔سوتیلے بھائیوں میں سے ایک نے بتایا کہ وہ نبی زادے ہیں اور حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں'' ہم بارہ بھائی تھے، ایک بھائی کو بچپن میں بھیڑیا کھا گیا، جس کے غم میں ہمارے والد نابینا ہو چُکے ہیں۔ایک چھوٹا بھائی ہے، جسے والد کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔''حضرت یوسفؑ نے اُنہیں شاہی مہمان خانے میں رکھا۔جاتے ہوئے پورا اناج دیا اور کہا''آیندہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لانا۔اگر تم اُسے لے کر نہیں آئے، تو غلّہ ملے گا اور نہ خاطر مدارات ہوگی۔''اس کے ساتھ ہی آپؑ نے خفیہ طور پر اُن کے اناج کی رقم بھی اُن کی بوریوں میں رکھوادی۔بھائیوں نے اپنی رقم کو واپس رکھا ہوا پایا تو بے حد خوش ہوئے اور خوشی خوشی اناج لے کر کنعان واپس آئے، پھر والد کو عزیزِ مصر کے حُسنِ سلوک، فیّاضی اور رحم دِلی کے واقعات سُنائے۔ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اُنھوں نے حکم دیا ہے کہ اگر آئندہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ نہ لائے، تو اناج نہیں ملے گا، لہٰذا بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ ہم پھر غلّہ لائیں، ہم اس کی نگہبانی کریں گے۔(حضرت یعقوبؑ) نے کہا''مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے، جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا۔سو،اللہ ہی بہترین نگہبان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

بنیامین مِصر میں اور چوری کا الزام:-

اناج ختم ہونے لگا،تو اُنہوں نے دوبارہ مصر جانے کا قصد کیا اور بنیامین کو ساتھ لے جانے کے لیے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت یعقوبؑ سابقہ تجربے کی بنا پر بنیامین کو ساتھ بھیجنے پر آمادہ نہ تھے۔لہٰذا،اُنھوں نے کہا کہ''مَیں تو اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا، جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں ڈال کر مجھے قول اقرار نہ دو کہ اسے میرے پاس صحیح سالم لے آؤ گے۔سوائے اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لیے جاؤ(یعنی تمہیں کوئی اجتماعی مصیبت پیش آجائے یا تم سب ہلاک ہو جاؤ)۔''جب اُنہوں نے عہد کر لیا،تو حضرت یعقوبؑ نے اُنہیں ہدایت کی''اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا، بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور مَیں اللہ کی تقدیر تو تم سے نہیں روک سکتا۔(بے شک)حکم اسی کا ہے۔مَیں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہلِ توکّل کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔''(سورۂ یوسف۔66-67)یہ گیارہ تندرست وتوانا اور جوان بھائی تھے، لہٰذا ان سب کے ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کی صورت میں نظرِ بد کا احتمال تھا۔اسی لیے حضرت یعقوبؑ نے اُنھیں الگ، الگ دروازوں سے داخل ہونے کا حکم دیا۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے''نظر کا لگ جانا حق ہے۔''(صحیح بخاری)

یہ سب بھائی بنیامین کو ساتھ لے کر عزیزِ مصر کے دربار میں پہنچ گئے۔حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی کو پہچان لیا۔آپؑ نے دو، دو بھائیوں کو ایک کمرے میں ٹھہرایا، اس طرح بنیامین تنہا رہ گئے،تو اُنہیں الگ کمرے میں رکھا اور پھر خلوت میں اُنہیں بتادیا کہ وہ اُن کے حقیقی بھائی، یوسفؑ ہیں۔دوسرے دن حضرت یوسفؑ نے بنیامین سمیت سب بھائیوں کا اناج اُن کے اونٹوں پر لدوادیا اور وہ خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔قرآنِ پاک میں ہے''پھر جب اُنہیں اُن کا سامان دیا،تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا۔پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا''اے قافلے والو! تم لوگ تو چور ہو''وہ اُن کی طرف متوجّہ ہو کر کہنے لگے''تمہاری کیا چیز چوری ہوئی ہے؟''وہ بولا''بادشاہ کا پیالہ کھویا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے، اس کے لیے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلّہ انعام ملے گا اور مَیں اس کا ضامن ہوں۔''وہ کہنے لگے کہ''اللہ کی قسم! تم کو معلوم ہے کہ ہم اس مُلک میں اس لیے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چور ہیں۔''اُنہوں نے کہا''اچھا! اگر تمہارے سامان میں وہ پیالہ مل گیا،تو پھر اس چور کی سزا کیا ہو گی؟''بھائیوں نے جواب دیا''یعقوبؑ کی شریعت میں اس کی سزا یہی ہے کہ چور کو اس شخص کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔''''سب کو مع سامان حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔وہاں سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی ہوئی اور آخر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی کے دَوران وہ پیالہ اُن کے سامان سے برآمد ہو گیا۔جرم ثابت ہونے پر بنیامین کو جانے کی اجازت نہیں ملی۔''

بھائیوں کا آپس میں مشورہ اور کنعان واپسی:-

بھائیوں کو فکر تھی کہ والد کو کیا جواب دیں گے۔اُنہوں نے حضرت یوسفؑ سے درخواست کی''بنیامین کے والد بہت بوڑھے ہیں، اِس کی جگہ آپؑ ہم میں سے کسی

کو روک لیں۔'' حضرت یوسفؑ نے فرمایا'' یہ ممکن نہیں۔ جس کے سامان سے مال برآمد ہوا ہے، وہی سزا کا مستحق ہے۔'' بھائی بڑے مایوس ہوئے اور آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ'' کیا تمہیں یاد نہیں کہ اپنے والد سے بنیامین کو واپس لانے کا پختہ عہد کیا تھا۔ ہم سب اس سے پہلے یوسفؑ کے معاملے میں بھی کوتاہی کر چکے ہیں، تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں، مَیں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں۔'' (سورۂ یوسف۔ آیت نمبر 80) یہ بڑا بھائی یہودا تھا۔ باقی نو بھائی مِصر سے روانہ ہوئے اور کنعان پہنچ کر والد کو ساری صُورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ساتھ ہی اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے گویا ہوئے'' اگر آپؑ کو ہماری باتوں کا یقین نہیں، تو آپؑ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیں، جہاں ہم مقیم تھے۔'' حضرت یعقوبؑ نے فرمایا'' مَیں تو اپنی پریشانی اور رنج وغم کی فریاد اپنے اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں، جو تم نہیں جانتے۔ میرے بیٹو! تم جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید وہی ہوتے ہیں، جو کافر ہیں۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 87-86)

حضرت یعقوبؑ کا خط:-

یہ سب بھائی حضرت یعقوبؑ کے اصرار پر دوبارہ عزیزِ مصر کے دربار میں گئے اور نہایت عاجزی وانکساری سے بھائی کی رہائی کی اپیل کی۔ ساتھ ہی باپ کے بڑھاپے، ضُعف اور دوسرے بیٹے کی جدائی کے صدمے کا بھی ذکر کیا۔ حضرت یوسفؑ کا دِل بھر آیا، آنکھیں نم ناک ہوگئیں۔ روایت ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے عزیزِ مصر کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے خط پڑھا، تو بے اختیار رونے لگے اور پھر اپنے راز کو ظاہر کر دیا۔ تعارف کی تمہید کے طور پر بھائیوں نے یہ واقعہ سنا تو گھبرا کر بولے'' کیا سچ مُچ تم ہی یوسفؑ ہو؟'' حضرت یوسفؑ نے جواب دیا'' ہاں! مَیں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر فضل وکرم کیا۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے، تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر۔ 90) بھائیوں نے جب حضرت یوسفؑ کی یہ شان دیکھی، تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرلیا۔ آپؑ نے بھی پیغمبرانہ عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے اُنہیں معاف کر دیا۔

حضرت یوسفؑ کا کُرتا اور حضرت یعقوبؑ کی بینائی:-

حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو بہت سا اناج دیتے ہوئے کہا کہ'' میرا یہ کُرتا لے جاؤ، اسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دینا، اُن کی بینائی واپس آجائے گی اور تم سب اپنے اہل وعیّال کے ساتھ میرے پاس آجاؤ۔'' قافلہ قمیص لے کر چلا ہی تھا کہ ڈھائی سو میل دُور، کنعان میں حضرت یعقوبؑ نے آس پاس کے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا'' اگر تم لوگ مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے، تو مجھے یوسفؑ کی خُوش بُو آرہی ہے۔'' بھائی واپس کنعان پہنچے اور والد کے چہرے پر کُرتا ڈالا، جس سے اُن کی بینائی بحال ہوگئی۔ آپؑ نے بیٹوں سے فرمایا'' کیا مَیں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مَیں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں، جو تم نہیں جانتے؟'' (سورۂ یوسف، آیت نمبر 96)

حضرت یعقوبؑ، عزیزِ مصر کے دربار میں:-

کچھ دنوں بعد حضرت یعقوبؑ اہلِ خانہ کے ہم راہ مصر روانہ ہوگئے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک بڑی سپاہ کے ساتھ شہر سے باہر والد اور خاندان والوں کا استقبال کیا۔ چالیس سال بعد ہونے والی اس ملاقات نے باپ، بیٹے یعنی اللہ کی دو پاکیزہ اور برگزیدہ ہستیوں کو آب دیدہ کر دیا۔ دونوں دیر تک ایک دوسرے کے گلے لگے رہے۔ آپؑ نے والد اور سوتیلی والدہ کو تختِ شاہی پر بٹھایا۔ پھر خود تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوئے، تو شاہی آداب کے مطابق تمام درباریوں نے سجدہ کیا۔ یہ صُورتِ حال دیکھ کر خاندانِ یوسفؑ نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہ سجدۂ تحیّت تھا، جو اُممِ سابقہ میں جائز تھا۔ حضرت یوسفؑ کو اپنا بچپن کا خواب یاد آگیا۔ اُنہوں نے کہا کہ'' اے ابّا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے، جو مَیں نے بچپن میں دیکھا تھا اور جس کو میرے ربّ نے سچّا کر دِکھایا۔ بادشاہ، حضرت یوسفؑ پر ایمان لے آیا تھا اور اُس نے امورِ سلطنت آپؑ کے سپرد کر دیے تھے۔ حضرت یوسفؑ کے خاندان نے مِصر ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور اس طرح بنی اسرائیل سرزمینِ مصر میں آباد ہوگئے۔

حضرت یوسفؑ کا انتقال:-

حضرت یوسفؑ کا انتقال ایک سو بیس سال کی عُمر میں ہوا اور دریائے نیل کے کنارے دفن ہوئے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ کو مِصر چھوڑنے کا حکم دیتے ہوئے حضرت یوسفؑ کی میّت بھی اپنے ساتھ لے جانے کی ہدایت کی، جس پر وہ اُن کا تابوت فلسطین لے گئے اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السّلام کے برابر دفن کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت لوط علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو خوشخبری دینے کے بعد فارغ ہو گئے تو حضرت لوطؑ کے پاس جانے کا اردہ ظاہر کیا۔حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہی چلتا ہوں لیکن فرشتوں نے کہا کہ اے ابراہیمؑ ہم قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں تم ان کی تباہی نہ دیکھ سکو گے۔اس لئے آپ ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہوئے اور فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بتائی ہوئی جگہ پر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔حضرت لوطؑ کی تمام قوم سوائے (شہر سدوم کے لوگوں کے) ایک مشہور زمانہ بیماری میں مبتلا ہو چکے تھے۔یہ ایک بری فحاشی تھی انہوں نے عورتوں سے نکاح کرنے چھوڑ دیئے تھے اور آدمیوں نے آدمیوں سے تعلق قائم کر لیا تھا۔جب فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے تو یہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے،حضرت لوطؑ نے جب ان کو دیکھا تو بے حد پریشان ہوئے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا،(سورۃ ھود،آیت نمبر 77)

ترجمہ:''اور جب میرے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ بے حد رنجیدہ ہوئے،اور اپنے دل میں کہا کہ میرے لئے آج بڑا ہی سخت دن ہے''۔

لوطؑ کی بیوی وفادار عورت نہیں تھی لڑکوں کو دیکھتے ہی فوراً اپنی قوم کے پاس گئی اور ان کو بتایا کہ''آج لوط کے پاس بہت ہی خوبصورت لڑکے آئے ہیں''،یہ سنتے ہی قوم کے لوگ ان لڑکوں کو لینے کے لئے بھاگے ہوئے حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔انہوں نے اپنی قوم سے کہا "اے میری قوم کے لوگو قوم کی لڑکیاں تمہارے لئے حاضر ہیں،تم یہ کام کیوں کرتے ہو"؟انہوں نے کہا "ہمیں لڑکیوں سے کوئی غرض نہیں ہے ہم تو ان لڑکوں کے لئے آئے ہیں،جو تیرے پاس آج آئے ہیں انہیں ہمارے حوالے کر دو"۔حضرت لوطؑ آبدیدہ ہو گئے اور اپنے دل میں کہا "کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں ان کا مقابلہ کرتا"۔یہ سوچتے ہوئے آپ اندر فرشتوں کے پاس آئے اور تمام صورتحال سے فرشتوں کو آگاہ کیا۔فرشتوں نے جب دیکھا کہ حضرت لوطؑ بہت پریشان ہیں تو انہوں نے کہا:

ترجمہ:''اے لوطؑ ہم تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ناممکن ہے کہ یہ لوگ تجھ تک پہنچ جائیں۔کچھ رات گئے آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے نکل جائیں اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے-آپ کی بیوی آپ کے ساتھ یہاں سے نہ جائے گی۔اس کو بھی اسی عذاب میں مرنا ہے۔یہ عذاب صبح کے وقت آئے گا کیا صبح قریب نہیں ہے''؟(سورۃ ھود آیت نمبر 81)

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت لوطؑ اور ان کے اہل وعیال کو اس بستی سے نکال کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا دیا۔ان کی بیوی عذاب والوں میں شامل رہی-اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(سورۃ ھود،آیت نمبر 83-82)

ترجمہ:''اور پھر جب ہمارا حکم ہوا تو کر ڈالا بستی والوں کو اوپر اور نیچے اور برسائیں ان پر ہم نے پتھر کی کنکریں نشان لگی ہوئیں''۔

یعنی ہر پتھر پر اس کا نام تھا جس پر اس پتھر نے پڑنا تھا،اس طرح یہ لوگ بستی کے الٹنے پر آسمان سے گرے بادلوں میں پھنسے زمین پر گرے اور پتھروں سے چکنا چور کئے گئے۔اس طرح یہ پوری قوم سنگسار کر دی گئی۔

****

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونسؑ بہت مشہور پیغمبروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حضرت لوطؑ کی اولاد میں سے تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں شہر نینوا میں جس کو آج کل دمشق کہتے ہیں پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور دعوت الی اللہ میں ہر وقت مصروف رہے، اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اور مہربانیاں یاد دلاتے رہے، اور انہیں غضب الٰہی سے ڈرایا، لیکن کسی نے بھی فرمانبرداری نہ کی اور ہمیشہ آپ کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورۃ الصّٰفّٰت، آیت نمبر 147)

ترجمہ: ''اور بھیجا اس کو ایک لاکھ سے کچھ زائد پر۔'' یعنی اگر عاقل بالغ شمار کئے جائیں تو ایک لاکھ تھے اور اگر چھوٹے بڑوں کو شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زائد تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا ''اے یونس علیہ السلام آ کر ہم کو پارہ پارہ بھی کر دیا جائے تب بھی ہم تم کو نبی نہیں کہیں گے''۔ حضرت یونسؑ نے ایک دن اپنی قوم کے بڑے مجمع میں جا کر قوم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''اے میری قوم اپنے خالق کو چھوڑ کر کیوں بت پرستی کرتے ہو؟ یہ بت نہ تو تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی تمہارا نقصان کر سکتے ہیں"۔ ان کی قوم نے ان کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور کہا "ہم تیرے خدا کو کبھی نہیں مانیں گے"۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا "اے میری قوم اگر تم نے راہ گمراہی نہ چھوڑی تو کہیں اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل نہ کر دے"؟ ان کی قوم نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا "اے یونسؑ یہ بتاؤ کہ یہ عذاب کیا چیز ہے؟ اور وہ کیسا ہوتا ہے"؟ اس قسم کے تمسخر والے جملے حضرت یونسؑ کی قوم ہر وقت کیا کرتی تھی، حضرت یونسؑ نے کہا "عذاب آتش دوزخ ہے - " کچھ لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا "تو پھر لے آؤ اس میں کوئی مذائقہ نہیں"۔ حضرت یونسؑ ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن آخر یہ اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور ضد سے عاجز آ گئے، اور جب انہیں محسوس ہوا کہ قوم کا تمسخر حد سے بڑھ گیا ہے اور انہیں یہ امید نہ رہی کہ یہ قوم کبھی بھی دعوت الی الحق کو قبول کرے گی اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر گامزن ہو جائے گی۔ تو پھر حضرت یونسؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس قوم کے لئے بددعا کی، ندا آئی ''اے یونسؑ آپ عذاب طلب کرنے میں جلدی مت کرو''۔ حضرت یونسؑ اپنی قوم سے کہہ چکے تھے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تین دن میں عذاب آ جائے گا۔ قوم کو تین دن کا کہہ کر حضرت یونسؑ کسی طرف چل دیئے اور چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچ گئے اور کشتی پر سوار ہو گئے۔ جب یہ کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی تو بھنور کے چکر کھانے لگی۔ یہ دیکھ کر کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا کہ اس کشتی میں کسی کا غلام ہے جو بھاگا ہوا ہے، کوئی نہ بولا تو کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی، قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا۔ چنانچہ کشتی والوں نے حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا اور کشتی بھنور سے نکل گئی۔ جب حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا گیا تو اس وقت ایک بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ میرے پیارے بندے یونس کو نگل جا لیکن اس طرح کہ گزند نہ پہنچے یہ سنتے ہی ایک بڑی مچھلی حضرت یونسؑ کے قریب آئی اور حضرت یونسؑ کو ثابت نگل گئی۔ حضرت یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو بڑا ہی سخت اندھیرا تھا، اسی اندھیرے میں انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔

''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 87)

ترجمہ: ''پس پکارا یونسؑ نے ان اندھیروں میں) کوئی معبود نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے اور بے شک میں گناہگاروں میں سے ہوں''۔

مچھلی نے حضرت یونسؑ سے کہا کہ "اے پیغمبر مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تجھے اچھی طرح پیٹ میں رکھوں۔ اور میرا پیٹ آپ کے واسطے زندان ہے اللہ جب چاہے آپ کو یہاں سے نکال دے گا"۔ مسلسل چالیس روز تک حضرت یونس نے کچھ کھایا پیا نہیں تھا، اس لئے بدن کی تاب و طاقت جاتی رہی اور نہایت کمزور ہو گئے۔ لیکن اس کمزوری کے باوجود بھی اپنے رب کا ذکر کرتے رہے اور اسی ذکر واذکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تھا وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تو پھر البتہ رہتا یہ مچھلی کے پیٹ میں (ہمیشہ) "۔ (سورۃ الصافات، آیت نمبر 144-143)

پس حضرت یونسؑ کی توبہ قبول ہوئی اور وہی مچھلی دریا کے کنارے آئی اور حضرت یونسؑ کو اُگل دیا۔ جس جگہ مچھلی نے حضرت یونسؑ کو اُگلا تھا وہاں کوئی سایہ وغیرہ نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے وہاں پر کدو کی بیل کو اگایا اور اس نے حضرت یونسؑ پر سایہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہرنی کو حکم ہوا کہ وہ روز حضرت یونسؑ کو اپنا دودھ پلایا کرے۔ جب حضرت یونسؑ کے جسم میں طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ان کی قوم میں جانے کا حکم دیا۔ حضرت یونسؑ کے ان کی قوم سے ناراض ہو کر جانے کے تین دن کے بعد قوم پر عذاب کے آثار نمودار ہوئے۔ جن کو دیکھ کر یہ قوم گھبرا گئی اور سب کے سب جنگل میں نکل آئے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور گریہ وزاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب بھیجنا ملتوی کر دیا۔ تمام قوم تائب ہو گئی۔ اب اسی قوم نے حضرت یونسؑ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ ادھر حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے پاس جانے کا حکم دیا۔ حضرت یونسؑ کی قوم کے پاس جب ان کے نبی کی واپسی ہوئی تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ پھر حضرت یونسؑ سے انہوں نے شریعت سیکھی۔ اس کے بعد تقریباً اکتیس برس حضرت یونسؑ اس قوم میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ زندہ رہے، پھر آپ کا انتقال ہو گیا۔ قبر مبارک دمشق میں موجود ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ بہت مشہور پیغمبروں میں سے ہیں۔آپ نہایت حلیم،نیک،صالح اوراعلیٰ درجے کے صابر تھے،آپ کا وطن ملک شام تھا۔ابراہیم بن یوسفؑ کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ دس مساکین کوکھانا کھلاتے پھرخود کھانا کھاتے،جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو پہلے دس مساکین کو نیا کپڑا پہناتے پھر خود نیا کپڑا پہنتے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو مال اور فرزند عنایت کئے تھےغرض وہ دنیاوی زندگی میں ہرطرح سے خوشحال تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ایک دن شیطان مردود نے اللہ تعالیٰ سے کہا" یہ جو تیرا بندہ دن رات اتنی عبادت کرتا ہےاور جولوگوں سے یہ حسن سلوک کرتا ہےتواس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس مال اوراولاد خوب ہے،تو نے اس کودولت اور فرزند خوب دیئے ہیں،اگرتو یہ چیزیں اس کو نہ دیتا تو یہ تیری عبادت اس طرح نہ کرتا،پس مجھ کواس کے پاس جانے کی اجازت دے دے،پھر دیکھیں یہ کیونکر تیری بندگی کرتا ہےاور کس طرح ثابت قدم رہتا ہے،ہم ضروراس کو کسی نہ کسی راستے سے گرا کر رہیں گے "۔یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے شیطان کوان کے پاس جانے کی اجازت دے دی تاکہ حضرت ایوبؑ کوآزمایا جاسکے۔شیطان خوش ہوکر حضرت ایوبؑ کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت ایوبؑ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں شیطان نے ہرممکن کوشش کی کہ حضرت ایوبؑ کا دھیان عبادت الٰہی سے ہٹادوں لیکن وہ اپنی کسی تدبیر میں کامیاب نہ ہوسکا،آخر منہ موڑ کر مردود لعین چلا گیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ایوبؑ نے بذات خود برائے آزمائش کے بلا اور مصیبت اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی تا کہ پریشانی کی حالت میں اور زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرسکوں اورزیادہ ثواب کا مستحق ہوجاؤں،بذریعہ وحی حضرت ایوبؑ کو بتایا گیا کہ ''اے ایوبؑ تو مجھ سے صحت وتندرستی مانگتا بجائے اس کے کہ تو نے مصیبت و بلا طلب کی ہے''۔

حضرت ایوبؑ نے اپنے پروردگار سے مؤدبانہ عرض کی''اے میرے رب میرے لئے تیری طرف سے مصیبت بہتر ہے صحت وعافیت سے (تاکہ مصیبت پر صبر کا اجر پاسکوں)''پس اپنی مرضی سے بیماری میں گرفتار ہوئے ان کے تمام بدن میں پھپھولے پڑ گئےاور پھران میں کیڑے پڑ گئے۔اس کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی کہ اول نقصان مال واسباب کا ہوا،اس کے بعد فرزندوں کی جدائی ہوئی۔یکا یک تمام آرام وآسائش کی چیزیں جاتیں رہیں اور یہ اس طرح ہوا تھی ان کی اولاد تو چھت تلے دب کر مرگئی اور پھر جوان کے پاس چالیس ہزار بھیڑ بکریاں تھیں آسمان سے آگ آئی اور سب کی سب جل گئیں،آپ اس وقت عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ملازموں نے آکرآپ کواطلاع دی تو آپ نے فرمایا''میں کیا کروں؟جس کی چیزیں تھیں اس نے لے لیں''یہ کہہ کر پھرآپ عبادت میں مشغول ہوگئے۔پھرآسمان سے آگ آئی اور جتنے بھی گائے،بیل تھے سب کوجلادیا،چرواہے نے آکر اطلاع دی اے اللہ کے نبی آپ کے جتنے گائے بیل جنگل میں چررہے تھے سب نذر آتش غیب ہوگئے ہیں،یہ سن کرحضرت ایوبؑ نے پھر کہا''میں کیا کروں؟جس کی چیزیں تھیں اس نے لے لیں''اور پھرآپ عبادت میں مشغول ہوگئے۔اس کے بعد شتر بانوں نے اطلاع دی کہ حضرت آپ کے ہزاروں اونٹ جل گئے ہیں یہ سن کرحضرت ایوبؑ نے کہا کہ''اللہ کی یہی مرضی تھی''اس کے بعد ساتھیوں نے اطلاع دی کہ حضور آپ کے تمام گھوڑوں کو آسمان کی آگ نے جلاکرخاک کردیا ہےکوئی بھی نہیں بچا،حضرت ایوبؑ نے کہا''ہم تواسی میں راضی ہیں جس میں ہمارارب ہم سے راضی ہے''۔اس کے بعد تمام اثاثہ گھر دروازے،فرش وفروش،چھت وپردے سب آگ سے جل گئے،غرض کہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔حضرت ایوبؑ عبادت میں مشغول رہےلوگوں نے آکر کہا حضرت کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آگ کے شعلے آپ کے سامنے آکر گررہے ہیں اوراب تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔یہ سن کرآپ نے لوگوں کی طرف دیکھااور مسکرا کر کہا کہ''لوگواللہ کا شکر ہے کہ ابھی جان باقی ہے،بہرحال جو ہے وہ بہت بہتر ہے''۔

پھر دوسرے دن ان کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں معلم صاحب کے پاس پڑھتے تھے،اتفاق سے معلم صاحب کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے،واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت گرگئی ہےاور سب اس چھت کے نیچے دب کر مرگئے ہیں۔حضرت معلم صاحب نے جاکرحضرت ایوبؑ سے کہا''اے حضرت آپ کی اولاد سب کی سب چھت گرنے سے دب کر مرگئی ہے''،یہ سن کرحضرت ایوبؑ نے جواب دیا کہ''وہ سب توشہید ہوئے ہیں''۔غرض سب کے سب زندہ مال ومتاع،گھر بار سب کچھ جاتا رہا کوئی چیز باقی نہ رہی،غم فرزندان سے صبر کرتے اوراپنی بیوی کوسمجھاتے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔پھرایک ہفتہ کے بعد حالت نماز ہی میں ان کے جسم میں ایک پھپھولا پڑااور پھراس سے زخم بن گیا،یہاں تک کے تمام بدن زخم اور پھپھولوں سے بھر گیا،پھران میں کیڑے پڑ گئے۔اس قدر زیادہ تکلیف سختی اور پریشانی کے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہےاور عبادت میں ذرا بھی فرق نہ پڑا۔بلکہ اور زیادہ عبادت میں مصروف رہتے۔پھرجسم اتنا خراب ہوگیا کہ ایک ہی جگہ پڑے رہتے اٹھنا بیٹھنا محال ہوگیا،اس طرح چار

برس گزر گئے پھر ان کی آنکھوں میں بھی کیڑے پڑ گئے۔اب رشتہ دار،عزیز و اقارب اور محلے والے بھی ان کے پاس آنے سے گھبراتے بلکہ گھن کھاتے۔سب رشتہ داروں نے چھوڑ دیا، چار بیویوں نے چھوڑ دیا،صرف ایک بیوی جس کا نام رحیمہ تھا وہ بہت نیک بخت تھی، وہ ہر وقت حضرت ایوبؑ کی خدمت میں لگی رہتی،انہوں نے حضرت ایوبؑ سے کہا تھا''آپ کی صحت وتندرستی اور دولت کے زمانے میں میں آپ کی شریک حیات تھی،تو اب بیماری اور پریشانی میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی اور آپ کو ہرگز چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔اور جہاں تک ہو سکے گا میں آپ کی خدمت کروں گی،اور اللہ نے چاہا تو یہ خدمت میری آخرت میں نجات کا سبب ہوگی''۔

پس اسی مصیبت اور پریشانی میں سات برس گزر گئے ان کے دو شاگرد بھی ان کے ساتھ رہے، جب رشتہ دار اور محلے والوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ یہ بیماری ہر ایک کو لگ جائے گی اس لئے حضرت ایوبؑ کو جنگل میں ہی چھوڑ کر آ جانا چاہئے۔تو ان کے دو شاگردوں نے ان کو ایک ٹاٹ میں لپیٹا اور ان کو گاؤں سے دور ایک اور گاؤں میں منتقل کر دیا۔دوسرے گاؤں والوں نے جب ان کی حالت دیکھی تو ان کو وہاں سے لے جانے پر مجبور کیا۔پھر آپ کو تیسرے گاؤں میں منتقل کر دیا گیا، وہاں پر بھی کچھ ہی عرصے کے بعد تمام لوگوں کو آپ کی بیماری کا علم ہو گیا اور وہاں کے لوگوں نے بھی ان کو کسی اور جگہ پر لیجانے پر زور دیا، اب آپ کے شاگردوں نے آپ کو اٹھایا اور ایک میدان میں لے جا کر ایک درخت کے سائے تلے آپ کو رکھ دیا،اور دونوں شاگرد وہاں کچھ عرصہ رہے اور پھر واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔صرف آپ کی بیوی رحیمہ مسلسل آپ کی خدمت میں لگی رہتی، وہ آپ کو چھوڑ کر گاؤں جاتی محنت مزدوری کرتی اور جو کچھ ملتا آپ کو لا کر کھلاتی اور خود کھاتی۔

ایک دن یہ اپنی عادت کے مطابق گاؤں گئیں لیکن کسی نے بھی ان کو کام کے لئے نہ بلایا،شام ہوئی تو یہ بہت پریشان ہوئیں کہ آج شوہر کو جا کر کیا کھلاؤں گی؟ ؟ یہ سوچا اور ساتھ ہی دل میں قرض لینے کا خیال آیا، یہ قریب ہی ایک کافر عورت کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ میرے شوہر بیمار ہیں،آج کہیں سے مجھے مزدوری نہیں ملی ہے مجھے کچھ رقم دے دیں۔کل انشاءاللہ کہیں سے کوئی مزدوری مل جائے گی میں تمہارا قرض اتار دوں گی۔اس عورت نے کہا کہ کل کی بات نہیں ہے، تیرے بال مجھے بہت پسند ہیں تھوڑے سے کاٹ کر دے دے، میں کھانے پینے کی چیزیں تجھے دے دوں گی۔بی بی رحیمہ یہ سن کر رونے لگیں اور کہا بہن میں یہ نہیں کر سکتی، میرا شوہر بیمار ہے عصا پکڑنے کی اس میں طاقت نہیں ہے وہ میرے یہ بال پکڑ کر اٹھتا بیٹھتا ہے اور اللہ کی عبادت کرتا ہے،لیکن وہ عورت نہ مانی، مجبور ہو کر ان کی بیوی نے اپنے بال کاٹ کر اس کافر عورت کو دے دیئے،اور اس نے کچھ کھانے پینے کا سامان ان بالوں کے عوض رحیمہ کو دے دیا۔اس وقت شیطان مردود نے بصورت پیر مرد کے حضرت ایوبؑ سے جا کر کہا کہ تیری بیوی کو فلانی عورت نے بدکاری کی چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹ ڈالے ہیں۔

حضرت ایوبؑ اس بات کو سن کر بہت روئے، کہتے ہیں کہ اتنا روئے کہ اٹھارہ سال کی بیماری میں بھی کبھی اتنا نہیں روئے،لیکن یہ شیطان کی تہمت دینے سے اپنی بیوی پر روئے اور قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اگر اس بیماری سے نجات پا جاؤں گا تو رحیمہ کو سو درے ماروں گا۔

روایات ہیں کہ بعضوں نے کہا کہ حضرت ایوبؑ کے رونے کا سبب یہ تھا کہ ان کے دو شاگرد تھے وہ قرابت داروں میں سے تھے، جو ہمیشہ حضرت ایوبؑ کی خدمت اور تیمارداری کے لیے آیا کرتے تھے،ایک روز کہنے لگے کہ حضرت ایوبؑ کوئی گناہ نہ کرتے تو اس بیماری میں کیوں مبتلا کئے جاتے؟۔

ایک دوسری روایت میں یوں آیا کہ ایک دن وہ کیڑے ان کے زخم سے باہر نکل آئے تو حضرت ایوبؑ نے ان دونوں کیڑوں کو پکڑا اور اپنے جسم کے زخموں کے انہی گھاؤ میں رکھ دیا، جہاں سے یہ گرے تھے۔ تب انہوں نے ایسا کاٹا کہ ابتدائے بیماری سے اٹھارہ برس تک ان کو کبھی ایسی تکلیف نہ ہوئی تھی،تب آپ نے اللہ سے فریاد کی کہ ''رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین'' (سورہ الانبیاء، آیت نمبر 83)

ترجمہ: "(اور ایوبؑ نے پکارا جس وقت اپنے رب کو) الٰہی بے شک مجھ کو پہنچا ہے درد اور تو ہے مہربان سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا"۔

تب حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور حضرت ایوبؑ سے پوچھا کہ کیوں روتے ہو،تب انہوں نے جواب دیا کہ ان کیڑوں کا کاٹنا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔تب حضرت جبرائیلؑ نے کہا "حضرت آپ نے مرض اللہ تعالیٰ سے خود مانگا تھا اور پھر جن کیڑوں کو اس نے آپ کے بدن سے گرا دیا تھا، آپ نے ان کو اٹھا کر اپنے گھاؤ میں خود رکھا ہے، یہ تکلیف اس وجہ سے ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بے گناہ کو سزا نہیں دیتا۔اور نہ اس نے کسی کو اس کا اختیار دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بندے کو وہ ضرور دیتا ہے جو وہ اللہ سے مانگتا ہے"۔

تب حضرت ایوبؑ نے درد سے اپنے رب کو پکارا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: (سورہ الانبیاء، آیت نمبر 84-83)

ترجمہ: ''اور پکارا ایوبؑ نے اپنے پروردگار کو مجھ کو بہت تکلیف پہنچی ہے اور تو مہربان ہے زیادہ سب مہربانی کرنے والوں سے، پس ہم نے سن لیا اُس کی پکار کو اور اٹھا دی ہم

نے اس کی تکلیف، اور دیا ہم نے اس کو اور اس کی گھر والی کو، اور نصیحت دی ہم نے بندگی کرنے والوں کو۔"

جب حضرت ایوبؑ کی بلا اور تکلیف اللہ تعالیٰ نے دور کر دی تو ان کو شفاء نصیب ہوگئی، پھر اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے آ کر فرمایا:

"اٹھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ نے رحم کیا تجھ پر اور راحت دی تجھ کو اور نجات دی تجھ کو غم سے "-انہوں نے کہا" جبرائیل میں کیونکر اٹھوں مجھ میں تو ذرا بھی طاقت نہیں ہے"، حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا" آپ اپنے پیر کو زمین پر ماریئے"۔تب حضرت ایوبؑ نے اپنے پیر زمین پر مارا تو ایک چشمہ پھوٹ نکلا، حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ "اس میں نہاؤ اور اس کا پانی پیو۔اس طرح اللہ کے کرم اور فضل سے ٹھیک ہو جاؤ گے"۔چنانچہ حضرت ایوبؑ اسی جاری کئے ہوئے چشمے سے نہائے اور اسی کا پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہو گئے۔اور اتنے خوبصورت ہو گئے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے۔اور ایک چادر بہشت سے آئی اور آپ کو اوڑھا دی گئی، اس کے بعد آپ اٹھے اور سامنے ایک ٹِل تھا اس پر جا کر بیٹھ گئے۔ (ابن کثیر)

تھوڑی دیر کے بعد ان کی بیوی رحیمہ گاؤں میں محنت مشقت کر کے حضرت ایوبؑ کے لئے کچھ کھانا لے کر آئیں، اور حضرت ایوبؑ کو وہاں نہ پا کر پریشان ہو گئیں۔اور رونے لگیں اور سوچنے لگیں کہ ضرور کوئی شیر یا بھیڑیا آیا ہوگا، اور آپ کو اٹھا کر لے گیا۔اب وہ آپ کو پکارنے لگیں میدان میں چاروں طرف چیخنی پکارتی رہیں، پھر روتی ہوئیں حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچ گئیں۔حضرت ایوبؑ نے بھی اجنبی بن کر پوچھا بی بی تم کیوں روتی ہو؟ وہ بولیں "یہاں ایک بیمار تھا اور میں اس کی بیوی ہوں میں اس کو تلاش کر رہی ہوں"۔(ابن ابو حاتم)

انہوں نے کہا" ان کا حلیہ کیسا تھا اور ان کا نام کیا تھا"؟ انہوں نے جواب دیا" نام ان کا ایوبؑ تھا وہ پیغمبر خدا تھے شکل وصورت اور جوانی وتندرستی میں تمہاری طرح تھے، لیکن بعد میں بیماری کے باعث کمزور ہو گئے تھے، کھال ان کی کیڑوں نے کھالی تھی، جسم پر سورج کی دھوپ بھی برداشت نہ تھی، کیڑوں نے ان کے جسم کو کھالیا تھا یہاں تک کہ وہ کروٹ بدلنے کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے"۔یہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا" میرا نام ایوب علیہ السلام ہے تم مجھے پہچانتی ہو"، یہ سن کر ان کی بیوی نے ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور فوراً پہچان لیا، اور خوشی کے مارے نہال ہو گئی اور بولی" حضرت یہ تو بتاؤ کہ آپ ٹھیک کیسے ہو گئے"؟۔حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا حال بیان کیا اور وہ چشمہ آب شفاء کا دکھایا، بی بی رحیمہ نے چشمے کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں۔پھر یہ دونوں اپنے گاؤں کے لئے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ گھر بھی اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا، اور ان کی اولاد بھی وہاں موجود ہے اور جو بیویاں چھوڑ کر چلیں گئیں تھیں وہ بھی واپس آ گئیں ہیں۔تمام بھیڑ، بکریاں، بھینس، بیل، گھوڑے اور اونٹ سب زندہ ہو کر اسی طرح موجود ہو گئے جیسے پہلے موجود تھے۔یہ دیکھ کر آپ بے حد خوش ہوئے-(تفسیر سورہ الانبیاء، آیت نمبر 84-83)

پھر اچانک ان کو اپنی بیوی رحیمہ کو ایک سو درے مارنے والی بات یاد آ گئی تو چاہا کہ جو کچھ کہا تھا اس کو پورا کریں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ امین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ "اس بیوی نے تمہارا آخری وقت تک ساتھ دیا ہے، پوری بیماری میں تمہاری تیمارداری کرتیں رہیں، جبکہ باقی بیویاں سب ساتھ چھوڑ گئیں تھیں اس لئے اس کو نہ مارنا"۔حضرت ایوبؑ نے کہا" میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر ٹھیک ہو گیا تو اس کو سو درے ماروں گا"، اس پر حضرت جبرائیلؑ نے کہا "ایک مٹھہ سینکوں کا لو جس میں سو خوشے گندم کے بالوں کے ہوں، پھر ایک مرتبہ وہ اپنی بیوی کو مارو، اس طرح سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی"۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:"اور پکڑا اس نے اپنے ہاتھوں میں سینکوں کا مٹھا پس مارا اسے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوا" (سورہ ص، آیت نمبر 44)

یعنی حضرت ایوبؑ نے حضرت جبرائیلؑ کے کہنے کے مطابق کیا۔

حضرت ایوبؑ بڑے صابر تھے اپنے صبر کی جزا میں صحت پائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا:

ترجمہ:"تحقیق پایا ہم نے ان کو صبر کرنے والا اور اچھا بندہ، بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا"-(سورہ ص، آیت نمبر 44)

پس ابتداء دنیا سے آج تک بحوالہ تاریخ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی آزمائش کی اور پھر اس کے صلے میں اپنی نعمتوں سے نوازا۔چنانچہ حضرت ایوبؑ اپنی رسالت اور حکومت کے ساتھ اڑتالیس برس اور زندہ رہے اور پھر انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ الراجعون۔

****

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام یہودا بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، تخت پر بیٹھنے کے چالیس برس کے بعد جب ان کو نبوت ملی (پیغمبری ملی) اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی قوت دی تھی کہ کوئی بادشاہ ان کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور یاد کرو ہمارے بندے داؤد کو جو صاحب قوت تھا اور ہماری طرف رجوع کرنے والا تھا''۔ (سورۃ ص، آیت نمبر 17)　اور دوسری جگہ فرمایا:

ترجمہ: "اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن جن چیزوں کا چاہا اسکو علم دیا"۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 251)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اے داؤد تحقیق ہم نے کیا ہے تجھ کو خلیفہ زمین میں، پس تو حکم کر درمیان لوگوں کے حق کے ساتھ اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی مت کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً یہ بات تجھ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کردے گی''۔ (سورۃ ص، آیت نمبر 26)

اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا خوش الحان کیا تھا کہ جب وہ زبور پڑھتے تھے تو ان کی خوش الحانی سے بہتا ہوا پانی رک جاتا تھا۔ زمین کے جانور، فضاء کے چرند پرند، اور جنگل کے درندے کھڑے ہوکر سنتے تھے۔ اور سب کے سب حضرت داؤدؑ کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ان کی تلاوت سن کر درختوں کی ہری پتیاں زرد پڑ جاتیں، پتھر موم کی مانند ہوجاتے اور بڑے بڑے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔ اور زبور کو پڑھتے وقت حضرت داؤدؑ کی آواز چالیس فرلانگ تک جاتی تھی اور اس آواز سے کافر بے ہوش اور مردہ دم ہوجاتے تھے، یہ حقیقت میں ان کا ایک معجزہ تھا۔ اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی انگلیوں میں ایسی تاب اور گرمی دی تھی، کہ ان کے چھونے سے لوہا پگھل کر نرم ہوجاتا تھا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ سورہ سبا آیت 10 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور نرم کیا ہم نے داؤد کے واسطے لوہا''۔

یعنی اس کے ہاتھ میں آتے ہی لوہا مثل موم کے نرم ہوجاتا تھا۔ اور بغیر کسی آلہ وہتھیار اور بغیر آگ کے ہاتھ سے لوہے کو موم کی طرح موڑ کر زرہ بناتے اور لوگوں کو فروخت کرتے تھے، جبکہ دیگر لوگ آگ میں تپا کر لوہے کی زرہ تیار کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 80)

ترجمہ: ''اور سکھائی اللہ تعالیٰ نے داؤد کو کاریگری کہ بنائے ایک قسم کا پہناوا (زرہ) تمہارا تاکہ بچائے تم کو لڑائی میں استعمال ہونے کے لیئے"۔

ایک زرہ اس وقت چار سو درہم میں فروخت ہوتی تھی۔ حضرت داؤدؑ کا یہ معمول تھا کہ زرہ کے فروخت کرنے کے بعد دو سو درہم محتاجوں اور درویشوں کو دیتے تھے۔ ایک سو درہم اپنے رشتہ داروں کو اور ایک سو درہم اپنے اہل خانہ اور اپنے اوپر خرچ کرتے۔ اپنے جملہ اوقات کو بھی تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، اور یہ طریقہ تھا کہ چند روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے، چند روز لوگوں کے درمیان انصاف کرتے اور چند روز اپنے گھر والوں کے کام کرتے۔ یہی طریقہ ان کی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا بلا میں مبتلا ہونا:- روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کا بلا میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک روز کتاب صحیفہ (پہلے والے) پڑھ رہے تھے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ کی بزرگی کا ذکر تھا۔ انہوں نے دل میں کہا "ان حضرات نے ایسے کون سے بزرگی کے کام کئے تھے کہ ان کو یہ بزرگی عطا کی گئی"؟۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب آیا ''اے داؤدؑ ان پر ہم نے بہت سی بلائیں نازل کیں اور وہ ان میں ثابت قدم رہے اس وجہ سے میری طرف سے ان کو مرتبہ بزرگی عنایت کی گئی''۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی "ہم کو بھی کسی بلا میں مبتلا کریں۔ میں بھی صبر کروں گا اور ثابت قدم رہوں گا تاکہ میں بھی بزرگی پاؤں"۔

ان کے پاس حضرت جبرائیلؑ آئے اور کہا ''اے داؤدؑ اللہ تعالیٰ نے تم کو صحت و عافیت عطا کی ہے اور تم اپنی خواہش سے دکھ طلب کر رہے ہو، اب کچھ یوم کے بعد تم پر بلا نازل ہوگی''۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جب بادشاہ طالوت کی سلطنت ملی۔ اور قوم بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ "اللہ کی قسم میں اچھی طرح عدالت کروں گا۔ اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کروں گا"۔ لیکن یہ کہتے ہوئے انشاءاللہ کہنا بھول گئے"۔ ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ طالوت کے اعتماد پر دعا کی کہ "اے پروردگار تو گناہ گاروں پر رحم فرما" اور اپنے آپ کو گناہ سے پاک تصور کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ

السلام نے ایک عبادت خانہ بنوا رکھا تھا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدعلیہ السلام عبادت کی قوت اور اسلام کی سمجھ بوجھ عطا کی گئی تھی۔ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام شب زندہ دار تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورہ ص آیت نمبر 18 اور 19 میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: "بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑ مسخر کیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور صبح کو اور پرندے جمع کیئے اُس کے پاس سب اُس کے فرمانبردار"۔

سورۃ انبیاء آیت نمبر 80-79 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اور داؤدعلیہ السلام کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے اور پرندے کہ تسبیح کرتے تھے اور یہ ہمارے کام تھے اور ہم نے اسے ایک پہناوا بنانا سکھایا (زرہ) کہ تمہیں تکلیف سے بچائے"۔ حضرت داؤدعلیہ السلام کے عبادت خانے میں آلِ داؤدعلیہ السلام عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دن اپنے دل میں خیال کیا کہ اے باری تعالیٰ 24 گھنٹوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں جس میں داؤدعلیہ السلام یا آل داؤدعلیہ السلام میں سے کوئی عبادت کے لیئے عبادت خانے میں موجود نہ ہو"۔

قرآن پاک میں سورہ ص آیت نمبر 21 تا 25 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اور کیا تمہیں اُن دعوے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے۔ حضرت داؤدعلیہ السلام اُن کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اُن دونوں نے کہا ڈریئے نہیں۔ ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس ہم میں فیصلہ فرما دیجیے حق کے ساتھ اور نا فرمانی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ دکھایئے۔ یہ میرا بھائی ہے اِس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک۔ اَب یہ میری دنبی بھی مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ حضرت داؤدعلیہ السلام نے کہا بے شک یہ تیرے ساتھ زیادتی کرتا ہے اور بے شک ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے مگر وہ بہت تھوڑے ہیں"۔ (حضرت داؤدعلیہ السلام جب فیصلہ کر چکے تو عبادت کا وقت گزر چکا تھا۔ حضرت داؤدعلیہ السلام کے دل نے ہی فیصلہ کر دیا۔ عبادت کے لیئے اللہ ہی وقت فارغ کرتا ہے تو عبادت ممکن ہوتی ہے) "اَب داؤدعلیہ السلام سمجھے کہ ہم نے اُس کی جانچ کی تھی وہ سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے اُسے معاف فرمایا اور بے شک اُس کے لیے ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانا ہے"۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں "حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے گناہ کے بعد چالیس روز تک سجدے میں روتے رہے اور سر نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے سبزہ جم گیا اور ان کا سر چھپ گیا"۔ آواز آئی "اے داؤد بھوکا ہے تو کھانا ملے اگر تو پیاسا ہے تو پانی ملے اگر تو ننگا ہے تو کپڑا ملے"۔ آپ علیہ السلام نے ایسی دھاڑ ماری کہ آپ علیہ السلام کے خوف کی وجہ سے سامنے کی لکڑی جل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور مغفرت اتار دی عرض کیا "الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ پر لکھ دے"۔ ان کا گناہ ان کی ہتھیلی پر لکھ دیا گیا۔ جب کھاتے پیتے یا کسی مقصد اور کام کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو اس خطا کو دیکھ کر روتے۔ راوی کہتے ہیں کہ پانی کا پیالہ جب ان کے ہاتھوں میں آتا تو تہائی خالی ہوتا تھا۔ جب آپ علیہ السلام اپنی خطا دیکھتے تو ہونٹوں سے ملانے تک آنسوؤں سے لبریز ہو جاتا تھا۔ اور یہ بھی آپ علیہ السلام کے احوال میں مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا اور دعا یوں عرض کیا کرتے تھے:

"الٰہی جب میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں تو زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو جان میں جان آتی ہے تو پاک ہے۔ باری تعالیٰ میں تیرے بندوں میں سے جو طبیب ہیں ان کے پاس گیا سب کے سب تیرے پاس ہی علاج بتا رہے ہیں تو خرابی ہے اس کے لیے جو تیری رحمت سے آس توڑ دے"۔

حضرت فضیلؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت داؤدعلیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اور پھر چیختے ہوئے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے پہاڑوں میں چلے گئے۔ درندے آپ علیہ السلام کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تم سے کوئی کام نہیں، مجھے تو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روئے اور جو میرے سامنے روتا ہوا آئے اور جو خطادار نہیں اس کا خطاکار کے پاس کیا کام"؟ اور جب لوگ آپ علیہ السلام کو رونے سے منع فرماتے تو آپ علیہ السلام کہتے "مجھے رونے دو اس سے پہلے کہ رونے کا دن بھی ہاتھ سے جاتا رہے اور میں فرشتوں کے حوالے کر دیا جاؤں"۔

حضرت داؤدعلیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے کہا "الٰہی میرے رونے پر رحم فرما۔ فرمایا اے داؤدعلیہ السلام اپنا گناہ بھول گیا ہے اور رونا یاد ہے" عرض کیا "اے میرے آقا میں اپنے گناہ کو کیسے بھولوں گا؟ میرا تو یہ حال تھا کہ میں زبور پڑھتا تھا تو پرندے میرے سر پر سایہ کرتے تھے، وحشی جانور مجھے سننے آتے تھے اور میرے گرد اکٹھے ہو جایا کرتے۔ اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہے جو مجھ میں اور تجھ میں ہے؟"

آواز آئی "اے داؤدعلیہ السلام وہ انس طاعت کا تھا، یہ وحشت گناہ کی ہے۔اے داؤدعلیہ السلام آدم میری ایک مخلوق ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر اپنی روح اس میں پھونکی اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کرایا۔اپنے اکرام کی خلعت اس کو پہنائی۔اپنے وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا اور جب تنہائی کی شکایت کی تو حوا کو بنایا۔ پھر جنت میں رہنے کو جگہ دی اور جب اس نے نافرمانی کی تو ہم نے اسے اپنے پاس سے نکال دیا"۔حضرت داؤدعلیہ السلام معافی کے خواستگار ہوئے۔

یحییٰ بن ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچتی ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر ہی کھانا پینا بند کر دیتے تھے۔ جب ایک روزہ رہ جاتا تو جنگل کا رخ کرتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو فرماتے کہ شہروں، پہاڑوں، ٹیلوں، جنگلوں اور بت خانوں میں کہلا دو کہ لوگو اگر تمہیں حضرت داؤدعلیہ السلام کا اپنے نفس پر نوحہ سننا منظور ہو تو آ جاؤ۔ جنگلوں اور ٹیلوں سے وحشی درندے، پہاڑوں سے جانور، گھونسلوں سے پرندے اور شہروں سے مرد اور عورتیں (پردوں میں) آ جاتیں۔حضرت داؤدعلیہ السلام آ کر منبر پر چڑھتے۔آپ علیہ السلام کے اردگرد بنی اسرائیل ہوتے۔حضرت سلیمان علیہ السلام آپ علیہ السلام کے سر کے پاس کھڑے ہوتے۔اول آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کرتے اور لوگ رونا شروع کر دیتے آہستہ آہستہ لوگ دھاڑیں مارنے لگتے۔ پھر آپ علیہ السلام جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے تو زمین کے اندر رہنے والے جانور اور وحشی جانور مارے خوف کے مرجاتے پھر قیامت کی دہشت کا ذکر کرتے اور اپنے او پر نوحہ کرتے تو ہر قسم کے جان داروں میں سے پرے کے پرے الٹ جاتے (مرجاتے) حضرت سلیمان علیہ السلام جب مُردوں کی کثرت دیکھتے تو آپ علیہ السلام سے کہتے "آپ علیہ السلام نے سننے والوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور بنی اسرائیل کے بہت سے گروہ مرگئے ہیں اور زمین کی بہت سی حشرات فنا ہو گئے ہیں"۔ یہ سن کر آپ دعا مانگنا شروع کر دیتے۔وہ دعا ہی میں ہوتے تو بنی اسرائیل کا کوئی عابد اُن کو پکارتا اور کہتا "اے داؤد جزاء کے مانگنے میں آپ علیہ السلام نے جلدی فرمائی ہے "۔

یہ سن کر آپ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔جب سلیمان علیہ السلام آپ علیہ السلام کا یہ حال دیکھتے تو ایک چار پائی لاتے اور اس پر آپ علیہ السلام کو ڈالتے پھر پکارتے اور کہتے اگر کسی کا کوئی ساتھی، دوست، آشنا داؤدعلیہ السلام کے ساتھ تھا تو وہ چار پائی لے کر اسے اٹھالائے کیونکہ جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کو خوف خدا نے فنا کیا ہے۔پھر جب حضرت داؤدعلیہ السلام کو آرام ہوتا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھتے اور اپنے عبادت خانے میں جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیتے۔پھر کہتے "اے داؤدعلیہ السلام کے مالک کیا تو داؤدعلیہ السلام سے ناراض ہے"؟ اور اس مناجات میں رہتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اندر آنے کی اجازت طلب کرتے اور ایک ٹکیہ جو کی لے کر اندر آتے اور عرض کرتے "بابا اس کو کھا کر جو بات کہنا چاہتے ہیں اس کو کہنے کی قوت پیدا کرلیں"۔تو آپ علیہ السلام اس میں سے کسی قدر کھا لیتے۔پھر بنی اسرائیل نکل کر رہتے"۔

یزید قاشیؒ راوی ہیں کہ حضرت داؤدعلیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔آپ ان کو اپنا واعظ سناتے اور ڈراتے۔ان میں سے تیس ہزار موقع پر ہی مرگئے اور 10 ہزار کے ساتھ واپس لوٹے تھے۔آپ علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ جب آپ علیہ السلام پر خوف کا غلبہ ہوتا اور آپ علیہ السلام گر کر تڑپنے لگتے تو وہ دونوں سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں تھیں تاکہ آپ علیہ السلام کے جوڑ الگ نہ ہو جائیں اور آپ علیہ السلام مر نہ جائیں۔

قرآن پاک میں سورہ ص آیت نمبر 26 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ میں بہکا دے گی۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے (بھٹکتے) بہکتے ہیں۔اُن کے لیئے سخت عذاب ہے۔اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے ہیں"۔

حضرت داؤدعلیہ السلام اُس دور میں عدل وانصاف اور کثرت عبادت میں مقتدا اور بے مثال تھے۔اور طرح طرح کی عبادت اور قرب الٰہی کی حصّول کی خاطر ہمہ وقت محو عبادت رہتے تھے۔شب و روز اور شام وسحر میں کوئی ایسا لمحہ نہ ہوتا جس میں آپ یا آپ کے اہل خانہ میں سے کوئی محو عبادت نہ ہَوتا۔جیسا کہ قرآن پاک سورہ سبا، آیت نمبر 13 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: " اے داؤد والو شکر کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے بندے کم ہیں"۔

حضرت داؤدعلیہ السلام علیہ السلام ستر لہجوں میں زبور کی تلاوت فرماتے تھے اور رات میں ایک وقت ایسا ہوتا تھا جس میں خود بھی روتے اور ہر چیز کو رلایا کرتے۔جب آپ تلاوت فرماتے تو فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندے اپنی پرواز کو موقوف کر کے آپ علیہ السلام کے ساتھ شامل تسبیح ہَو جاتے۔پہاڑ آپ کے ساتھ صبح شام تسبیح کرتے۔آپ علیہ السلام کی آواز سننے کے لیئے پرندے اور وحشی جانور آپ علیہ السلام کے اردگرد کھڑے ہَو جاتے۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدعلیہ السلام کی آواز کو اگر کوئی انسان سُن لیتا تو عالم وجد میں رقص کی سی کیفیت طاری ہو جات۔اِس ترنم کو سن کر

جن وانس پرندے چوپائے اور وحشی جانور کھڑے ہو جاتے۔اور آواز کی سماعت میں اس قدر مستغرق ہوجاتے کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا۔یہاں تک کے بعض بھوک کی وجہ سے ہلاک ہوجاتے۔ایک مرتبہ حضرت داؤدعلیہ السلام نے فرمایا،"اے میرے صاحبو اللہ نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا اور تمہارا نبی بنا کر بھیجا۔اور مجھ کو منع فرمایا تھا کہ نفس امارہ کی بات نہیں ماننا ورنہ خراب ہوجاؤ گے۔پس میں نے اس بات کا خیال نہ کیا اور میں بھول گیا،اور نفس امارہ کی پیروی کی"۔حضرت داؤدعلیہ السلام اس خطا پر تیس برس روئے،ان کے ماننے والے عابد چار ہزار کے لگ بھگ تھے۔وہ بھی حضرت داؤدعلیہ السلام کے ساتھ رویا کرتے تھے۔حضرت داؤدعلیہ السلام کا یہ حال ستر برس تک رہا،ایک دن حضرت داؤدعلیہ السلام بیت المقدس میں جا کر زمین پر سر رکھ کر رو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے یہ خوشخبری لے کرآئے:

ترجمہ:"پس معاف کر دیا ہم نے اس کو اس کے کام پر اور ہمارے پاس اس کا ایک مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے"۔(سورہ ص،آیت نمبر 25)

حضرت داؤدعلیہ السلام بیت المقدس کی منبر پر چڑھ کر شکر اللہ کا بجالائے اور کہا"الٰہی تو نے میری توبہ قبول کی۔میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں اپنی خطا کو بھول ہی نہ جاؤں۔تو میرے بدن پر ایک نشان خطا کا رکھ دے تاکہ اس گناہ کو میں اپنے تیئں نہ بھولوں،اور مجھے نشان دیکھ کر اپنا گناہ یادرہے"۔تب حسب خواہش اللہ تعالیٰ نے ان کی داہنی ہتھیلی پر اس گناہ کا نشان رکھ دیا۔پھر حضرت داؤدعلیہ السلام ہمیشہ اس پر نگاہ رکھتے اور اپنی خطا اپنی بھول اور ماضی کی خطا کو باربار یاد کرتے رہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک صندوق انہیں لا کر دیا اور کہا کہ اپنے بیٹوں سے پوچھو اِس کے اندر کیا ہے؟ جو بتائے گا وہی سلطنت پائے گا۔پندرہ بیٹوں میں سے کوئی جواب نہ دے پایا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا"اِس میں ایک انگوٹھی ایک چابک اور ایک خط ہے۔انگوٹھی جنت کی ہے،جو شخص پہنے گا مشرق اور مغرب سب اِس پر روشن ہو جائے گا۔تمام طیور پرندے جانور۔وحشی جانور اُس کے تابع فرمان ہوں گے چابک دوزخ کا ہے۔جب صاحب چابک اِس کو ہاتھ میں لے گا۔تو جو شخص بھی صاحب چابک سے باغی ہوگا۔یعنی اُس کی اطاعت نہ کرے گا وہ چابک خود بخود جا کر اُس کو معذب (عذاب) کرے گا۔خط کے اندر پانچ مسئلے ہیں۔ایمان،محبت،عقل،شرم اور طاقت"۔حضرت داؤدعلیہ السلام نے دریافت کیا"ان پانچوں کا مقام و قرار بدن میں کِس جگہ ہے۔کوئی بیٹا جواب نہ دے سکا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا"**ایمان ومحبت کا مقام دل ہے۔عقل کا مقام سَر ہے۔شرم کا مقام آنکھ ہے۔اور قوت،طاقت کا مقام ہڈی ہے**"۔

جب حضرت داؤدعلیہ السلام نے یہ سُنا تو وہ انگوٹھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگلی میں پہنائی۔چابک اُن کے ہاتھ میں دیا۔بخوشی اُن کو تخت شاہی پر بیٹھایا۔اور خود گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے عبادت خانے میں جا بیٹھے اُس وقت اُن کی عمر سو برس تھی۔ (جامع تواریخ)

یہ حوالہ جامع التواریخ سے لکھا ہے کہ "ایک دن ملک الموت اس عبادت خانے میں آئے حضرت داؤدعلیہ السلام نے پوچھا"تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو"؟ فرشتے نے جواب دیا"میں موت کا فرشتہ عزرائیل علیہ السلام ہوں اور یہاں پر تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں"،آپ نے فرمایا"مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو"-اس نے کہا"اب وقت نہیں رہا"یہ کہا اور آپ کی روح قبض کر لی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ:"پس جب آتا ہے وقت اُن کا نہیں پیچھے رہ سکتے ایک ساعت اور نہ آگے نکل سکتے ہیں"۔(سورہ الاعراف،آیت نمبر 34-سورہ یونس،آیت نمبر 219)

سدیؒ ابو مالک سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤدعلیہ السلام کا وصال ہفتہ کے دن اچانک ہوا تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ داؤدعلیہ السلام کی میت پر سایہ کرو پرندوں نے اپنے پروں سے اِس قدر سایہ کیا کہ زمین پر اندھیرا چھا گیا۔وصال کے وقت حضرت داؤدعلیہ السلام کی عمر مبارک 100 برس کی تھی۔ابوسکن ہجری فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام،حضرت داؤدعلیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال اچانک ہَوا تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت داؤدعلیہ السلام کی نمازِ جنازہ:۔ اسحاق بن بشرؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں وافر بن سلیمانؒ نے خبر دی انہوں نے ابوسلیمان فلسطینیؒ سے اور انہوں نے وہب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ حضرت داؤدعلیہ السلام کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے شدید گرمی کی وجہ سے پرندوں نے سایہ کیا۔آپ کے جنازہ میں لوگوں کے علاوہ 40 ہزار راہبوں نے بھی شرکت کی۔بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد حضرت داؤدعلیہ السلام کے سوا کوئی ایسا شخص فوت نہ ہوا جس کے وصال پر بنی سرائیل نے اِس قدر شدید غم کا اظہار کیا ہَو۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے آپ کی تجہیز وتکفین کی اور آپ کو دفنا دیا۔

****

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔ یہ دونوں پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بھی بہت نیک خاتون تھیں اِس کے بعد (ابن ماجہ) میں ایک حدیث ہے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے سے کہا" اے میرے لختِ جگر رات کو زیادہ نہ سویا کر۔ کیونکہ رات کو زیادہ سونا قیامت کے دن بندے کو فقیر اور محتاج بنادے گا" ۔(ابن ماجہ)

یہودی اور عیسائی حضرت سلیمانؑ کو پیغمبر نہیں مانتے بلکہ صرف ایک بادشاہ مانتے ہیں، قرآن پاک میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 163 میں فرمانِ الٰہی ہے کہ:

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ حضرت نوحؑ اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔ اور ہم نے وحی کی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا فرمائی''۔

حضرت سلیمانؑ بچپن ہی سے بے حد ذہین اور فیصلہ کرنے میں ماہر تھے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر 78.79 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

ترجمہ: ''اور داؤدؑ اور سلیمانؑ کو یاد کرو جب کہ وہ کھیت کے معاملے میں فیصلہ کررہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس کھیت کو چر گئیں تھیں۔ اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے اور ہم نے اس چیز کی سمجھ حضرت سلیمانؑ کو دے دی۔ ان تمام کو ہم نے علم و حکمت دیا تھا۔ ہم نے داؤدؑ کو پہاڑوں کو قبضہ میں کرنے کی طاقت دی تھی، وہ آپؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے اسی طرح پرندے بھی (تسبیح کرتے تھے) اور یہ ہم ہی کرنے والے تھے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤدؑ کے پاس آئے اور اپنا جھگڑا بیان کرنے لگے۔ مدعی نے کہا" اس آدمی کی بھیڑوں نے میری ساری فصل تباہ کردی ہے"۔ حضرت داؤدؑ نے کہا" اس آدمی کی فصل کی قیمت دوسرے آدمی کی مینڈھیوں کی قیمت کے برابر ہے اس لیے مدعی اس آدمی کی ساری مینڈھیاں لے لے۔ یہ اس کی فصل تباہ ہونے کا معاوضہ ہوگا''۔

اس وقت حضرت سلیمانؑ گیارہ سال کے تھے اور اپنے والد کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا" یہ فیصلہ تو ٹھیک ہے مگر میرا مشورہ ہے کہ اس آدمی کی مینڈھیاں اس دوسرے آدمی کو عارضی طور پر دی جائیں۔ یہ آدمی ان کے دودھ اور اون استعمال کرے اس دوران ہی دوسرا آدمی اس کے کھیت میں کام کرے یہاں تک کہ فصل پہلے کی طرح ہو جائے۔ پھر اس وقت کھیت کے مالک کو کھیت دے دیا جائے اور مینڈھیوں کے مالک کو مینڈھیاں واپس دے دی جائیں "۔ حضرت داؤدؑ بیٹے کے اس مدبرانہ فیصلے سے بے حد خوش ہوئے۔

امام بغوی کہتے ہیں س حضرت داؤدؑ کی موت کے وقت حضرت سلیمانؑ کی عمر 13 برس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی سلطنت اور نبوت دونوں حضرت سلیمانؑ کو عطا کردی۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے چالیس سال حکومت کی اور اپنی حکومت کے چوتھے سال بیت المقدس تعمیر کروانا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بہت ہی غیر معمولی فضائل سے نوازا تھا۔

مثلاً

1) اپنے والد کی طرح یہ بھی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھ اور بول لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ نمل آیت نمبر 16-15 میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور ہم نے یقیناً داؤد اور سلیمانؑ کو علم دے رکھا تھا۔ اور دونوں نے کہا کہ تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی۔ اور داؤدؑ کے وارث سلیمانؑ ہوئے اور کہنے لگے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح کی چیز عطا کی گئی ہے۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر نمایاں فضل ہے''۔

2) ہواؤں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کا تابع کردیا جو ان کے فرمان کے مطابق ان کو جہاں وہ چاہتے تھے پہنچا دیتی تھی۔ وہ اس زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے اس کو برکت دے رکھی تھی۔

سورہ ص 36 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''ہم نے ہواؤں کو اس کے قبضے میں دے دیا تھا اور وہ ان کے حکم سے چلتی تھی بڑی نرمی کے ساتھ وہ جہاں چاہتے تھے ان کو پہنچا دیتی تھی''۔

سورہ سبا آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

ہوائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر تھیں ایک مہینے کا سفر یہ صرف صبح کے وقت یا صرف شام کے وقت طے کرلیا کرتے تھے" ترجمہ: اور ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کردیا اور صبح کی منزل اس کی مہینے بھر کی ہوتی تھی۔ اور شام کی منزل بھی- اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا، اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے، اور ان میں جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے"۔

یہاں پر قرآن نے تین چیزیں بتائیں ہیں۔

1) ہواؤں پر آپ کو مکمل اختیار تھا

2) بہت تیز ہوائیں بھی آپ کے لئے بہت ہی آرام دہ اور پرسکون رفتار سے چلتی تھیں۔

3) آرام دہ رفتار کے باوجود وہ ہواؤں کے ذریعے وہ مہینوں کا سفر ایک دن میں طے کرلیا کرتے تھے، اس طرح ایک ماہ کا سفر صرف ایک شام میں طے کرلیا کرتے تھے۔

4) حضرت سلیمانؑ کو عظیم الشان عمارات اور بہت بڑے بڑے قلعے بنانے کا بہت شوق تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے نکالے اور اس طرح عمارات بنانے کا کام ان کے لئے بہت آسان کردیا۔

5) حضرت سلیمانؑ کی حکومت کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں اور پرندوں اور جنوں کو ان کے قبضے میں دے رکھا تھا۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ انہیں ایسی حکومت دی جائے کہ ان کے بعد ویسی حکومت کسی کی نہ ہو۔

سورہ ص آیت نمبر 35 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''حضرت سلیمانؑ نے کہا اے اللہ میرے رب تو مجھے معاف کردے اور مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ اوپر مذکور ہے جنات حضرت سلیمانؑ کے لئے ہر قسم کے کام کردیا کرتے تھے۔

سورہ سبا آیت نمبر 13

ترجمہ: ''جو کچھ سلیمانؑ چاہتے جنات تیار کردیتے۔ مثلاً قلعے، مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن، اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں۔ اے آل داؤد اس کے شکر میں نیک کام کرو، میرے بندوں میں بہت ہی کم لوگ شکرگزار ہوتے ہیں''۔ حضرت سلیمانؑ نے ایک اہم کام جنوں کے سپرد کیا تھا وہ یہ کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کریں، جو بہت ہی عالیشان اور وسیع عریض عمارت ہو۔

جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے مکہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی تھی اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا "دنیا میں سب سے پہلے کونسی مسجد بنی"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مسجد حرام (خانہ کعبہ)" اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے پوچھا "کونسی مسجد اس کے بعد تعمیر ہوئی"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ان دونوں کے درمیان کتنے عرصے کا فاصلہ ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "چالیس سال"۔

5) ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چونٹیوں کی بات چیت سنی جس کا ذکر قرآن پاک سورہ نمل آیت نمبر 19-17 میں آیا ہے۔

ترجمہ: "ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کے تمام لشکر جو جنات انسان اور پرند پر مشتمل تھے جمع کئے گئے۔ ہر ہر قسم کی الگ الگ درجہ بندی کی گئی، جب چونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا ''اے چونٹیوں اپنے اپنے گھروں میں گھستی جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے'' اس کی یہ بات سن کر حضرت سلیمانؑ مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے۔ "اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تو خوش رہے۔ اور مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کردے''۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے تخت سلیمانی پر بیٹھے ہوا کے دوش پر کہیں جارہے تھے، نیچے زمین پر چرواہا اپنی بھیڑیں چرا رہا تھا۔ اس نے سر اٹھایا تو حضرت سلیمان کو تخت پر بیٹھا دیکھا، فوراً ہی اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا ''سبحان اللہ واہ کیا بات ہے آل داؤد کی''۔ ہواؤں نے فوراً یہ بات حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچادی

،حضرت سلیمانؑ نے فوراً تخت کو زمین پر اترنے کا حکم دیا،اور پلک جھپکنے میں یہ تخت چرواہے کے بالکل قریب آ کر رک گیا۔حضرت سلیمانؑ نے چرواہے سے کہا کہ" تو نے ابھی ابھی کیا کہا تھا "؟ بیچارا چرواہا ڈر گیا اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس نے کیا کہا تھا۔حضرت سلیمانؑ نے کہا " تو نے کہا تھا کہ کیا شان ہے آل داوٴدؑ کی "۔ چرواہے نے کہا کہ "ہاں میں نے آپ کی شان دیکھ کر یہ کہا تھا"۔حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ" آل داوٴد کی یہ شان زندگی ختم ہوتے ہی ختم ہو جائے گی۔اور مسلمان کے منہ پر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا" (تو شان تو مومن کی ہوئی) حضرت سلیمانؑ کی سماعت کا اندازہ چیونٹی کی بات سننے اور چرواہے کی بات سن لینے سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

انسانی فوجیں چرند پرند، جنات ہر روز حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضری دیا کرتے تھے،ایک دن حضرت سلیمانؑ نے تمام پرندوں کی حاضری لی تو ہد ہد کو نہ پایا،آپ نے فرمایا"اگر ہد ہد نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اس کو یا تو بڑی سزا دوں گا یا قتل کر دوں گا"۔اسی دوران ہد ہد آ گیا اور کہا" میں آپ کے لئے ایک نہایت اہم معلومات لایا ہوں"۔ پھر ہد ہد نے بتایا" یمن میں ایک ملکہ ہے جو بہت امیر ہے جس کا ایک عظیم الشان تخت ہے،شیطان نے اس کو اور اس کی رعایا کو گمراہ کر رکھا ہے وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرتے ہیں"۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا "ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم کتنے سچے ہو، یہ خط لو اور جا کر ملکہ سبا کو دو"۔خط پڑھتے ہی ملکہ سبا نے درباریوں کو بتایا کہ یہ خط حضرت سلیمانؑ کی طرف سے آیا ہے،اس میں لکھا ہے " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔سرکشی نہ کرنا خط پڑھتے ہی اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے میرے پاس آ جاوٴ"۔ملکہ نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا" آپ فکر نہ کریں آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم طاقتور ہیں آپ جو حکم ہمیں دیں گی ہم بجالائیں گے "۔ملکہ نے کہا" طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں محتاط بھی رہنا ہے۔پہلے تو سلیمانؑ کی طاقت کا اندازہ ہم کچھ قیمتی تحائف بھیج کر دیکھتے ہیں-"

جب ملکہ سبا کے ایلچیوں نے حضرت سلیمانؑ کو تحائف دیئے تو حضرت سلیمانؑ نے کہا" تم اور تمہاری ملکہ نے میرے پیغام کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔اللہ نے ہمیں بے شمار چیزیں دے رکھی ہیں، یہ سب تحفے واپس لے جاوٴ اور ملکہ سے میری اطاعت کے لئے کہو"۔ملکہ سبا کے نام ایک دھمکی بھرا خط لکھ دیا۔اور اپنی طاقت بھی بتا دی کہ وہ انسانوں کے علاوہ، جانوروں، پرندوں اور جنوں پر بھی حکومت کرتے ہیں۔ملکہ نے سب کچھ دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو سلیمان بادشاہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا، اور ان سے ملاقات کے لئے نکل پڑی۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے کہا" میں چاہتا ہوں کہ ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کا تخت یہاں آ جائے تا کہ اس کے سامنے پیش کروں"۔ایک طاقتور جن نے کہا" میں آپ کے یہاں اٹھنے سے پہلے ہی اس کا تخت یہاں لا سکتا ہوں"۔دوسرا جن جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا" میں پلک جھپکنے میں اس کا تخت یہاں لے آتا ہوں"۔حضرت سلیمانؑ مڑ کر دیکھتے ہیں تو تخت وہاں موجود تھا،حضرت سلیمانؑ نے اس تخت میں تھوڑی سی تبدیلی کروائی کیونکہ ملکہ سبا کا امتحان لینا مقصود تھا۔جب ملکہ سبا آئی تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے پوچھا" یہ تمہارا تخت ہے"؟اس نے کہا " لگتا تو وہی ہے بلکہ یہ وہی ہے اور آپ کی برتری جانتی ہوں کہ آپ اس کو یہاں پر لانے پر قادر ہیں"،اس طرح اس نے آپ کی اطاعت قبول کر لی۔

اب حضرت سلیمانؑ ملکہ کو اللہ تعالیٰ کی برتری دکھانا چاہتے تھے،انہوں نے جنات کو حکم دیا کہ ایک عظیم الشان محل بناوٴ،اس کا فرش سفید کانچ کا ہو اور اس کے قریب ہی ایک پانی کا چشمہ ہو محل کچھ اس طرح بنایا گیا کہ اس کے فرش میں چشمے کا عکس بن رہا تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ پورے فرش پر پانی بہہ رہا ہے۔ملکہ سبا کو اس محل کی تفریح کے لئے لے جایا گیا، جیسے ہی وہ اس میں داخل ہوئی اس نے اپنے لباس کو پنڈلیوں سے اٹھا لیا، کہ لباس بھیگ نہ جائے۔حضرت سلیمانؑ نے فوراً کہا" یہ پانی نہیں ہے یہ تو پانی کا عکس ہے۔ملکہ سبا سمجھ گئیں کہ یہ سب سلیمانؑ کو کسی بڑی طاقت کی مدد کے ساتھ ہی حاصل ہوا ہے"۔اس نے فوراً کہا" میں بھی سلیمانؑ کی طرح پوری کائنات کے رب پر ایمان لاتی ہوں"،یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی برتری کا اعتراف کر لیا۔اور مسلمان ہو گئی یہی بات حضرت سلیمانؑ نے اس کو خط میں لکھی تھی،اس نے حضرت سلیمانؑ کو اپنی سلطنت بھی دے دی۔

علماء کا کہنا ہے کہ ملکہ سبا نے بعد میں حضرت سلیمانؑ سے شادی بھی کر لی تھی،تاہم قرآن وحدیث سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات وحیات اور مدت سلطنت:- سدیؒ فرماتے ہیں کہ ابو مالکؒ اور ابو صالحؒ سے وہ حضرت ابن عباسؓ سے اور وہ ابن مسعودؓ سے اور صحابہ اکرام کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ بیت المقدس میں سال دوسال، مہینے دو مہینے کبھی اس سے بھی زیادہ یا کم وقت تنہائی میں گزارتے ،سامان خورد ونوش ساتھ لے جاتے تھے۔جس سال آپؑ کا وصال ہوا تھا آپؑ اس میں داخل ہوئے ،وصال کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہر دن بیت المقدس میں ایک درخت اُگ آتا آپ اس

درخت کے پاس آتے اس سے پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے؟ درخت کہتا کہ میرا نام فلاں فلاں ہے۔ فرماتے کہ اگر محض تو پودا ہے تو اُ گا رہ، اور اگر دوا کے لئے اُ گایا گیا ہے تو بڑھتا رہ۔ وہ جواب دیتا کہ میں فلاں فلاں دوا کے لئے اُ گایا گیا ہوں۔ تو آپ اس کو اس مرض کے لئے استعمال کرتے، حتیٰ کہ ایک دن آپ ایک درخت کے پاس آئے اور اس کا نام معلوم کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں ''خروبہ'' ہوں۔ آپ نے پوچھا تو کس کام کے لئے ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس مسجد بیت المقدس کی خرابی کے لئے ہوں، حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ ایسا ناممکن ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس مسجد کو ویران کر دے۔ اور تیرے چہرے پر میری ہلاکت اور اس مسجد کی ویرانی لکھی ہوئی ہے۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے اس درخت کو بیت المقدس سے اکھاڑا اور اس کی چار دیواری میں لگا دیا۔ اس کے بعد محراب میں داخل ہوئے اپنے عصاء پر ٹیک لگائی اور عبادت میں مشغول ہو گئے، (نماز میں مصروف ہو گئے) اسی حالت میں آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور شیاطین کو علم تک نہ ہوا۔ جن و شیاطین اپنے کام میں مگن رہے اس ڈر سے کہ کہیں آپ باہر آ کر انہیں سزا نہ دے دیں۔ شیاطین آپ کی محراب کے گرد جمع ہو جاتے تھے، محراب میں آگے پیچھے روشن دان تھے، اگر شیطان محراب سے حضرت سلیمانؑ کی طرف دیکھتے تو بھسم ہو جاتے تھے۔

ایک دن ایک شیطان جو وہاں سے نکلنا چاہتا تھا اس نے سوچا کہ اگر محراب میں داخل نہ ہوا تو بہادر نہ کہلاؤں گا۔ اس لئے وہ ایک محراب میں سے داخل ہوا، اور دوسری سے نکل گیا۔ اس نے داخل ہو کر دیکھا تو اسے حضرت سلیمانؑ کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ پھر لوٹا تو اسے پھر کوئی آواز سنائی نہ دی، وہ بار بار نکلا اور داخل ہوا اور اسے نہ تو کوئی آواز سنائی دی اور نہ ہی وہ جل کر بھسم ہوا، پھر اس نے حضرت سلیمانؑ کی طرف دیکھا تو وہ مردہ حالت میں گرے پڑے تھے شیطان باہر نکلا تو اس نے لوگوں کو خبر دی، کہ حضرت سلیمانؑ تو وصال پا چکے ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ زمینی کیڑا (دیمک) آپ کے عصا کو کھا چکا تھا۔ اب یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ آپ کا وصال کب ہوا؟ اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے لوگوں نے دیمک کے کیڑے کو دوسرے عصا پہ رکھا تو وہ دن رات تک کھاتا رہا۔ پھر اس سے حساب لگایا گیا کہ آپؑ کی روح کو قفس عنصری سے پرواز کئے ہوئے پورا ایک سال گزر چکا ہے۔ یعنی ابن مسعود کی روایت ہے کہ شیطان و جنات آپؑ کے وصال مبارک کے بعد پورے ایک سال تک مشقت کرتے رہے تب لوگوں کو یہ بھی یقین آ گیا کہ جنات جھوٹ بولتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم ہے۔ اگر انہیں غیب سے آگاہی ہوتی تو یقیناً حضرت سلیمانؑ کی موت کا علم انہیں ہو جاتا اور سال بھر مشقت بھرے کام میں مبتلا نہ رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ سبا آیت نمبر 14 میں فرمایا ہے:

ترجمہ: جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک اس کا عصا کھاتی رہی۔ پھر جب سلیمانؑ زمین پر گر پڑے تو جنوں پر حقیقت کھل گئی اگر غیب وہ جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے''۔ تو لوگوں پر جنات کا معاملہ تب ظاہر ہو گیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

ابن جریر الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی کل عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ ہے، آپ کا دور سلطنت چالیس سالوں پر محیط ہے۔ آپ کی بادشاہی کے چوتھے سال آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کے کام کا آغاز کیا، پھر آپ کے بعد آپ کے بیٹے رجعام نے سترہ سال تک اُمور سلطنت سرانجام دئے ان کے بعد بنی اسرائیل کی مملکت کا شیرازہ بکھر گیا۔

****

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارونؑ بن عمران حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی تھے یہ عمر میں آپؑ سے تین سال بڑے۔زوجہ محترمہ کا نام الشبع تھا۔اور ان سے آپؑ کے چار فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا زمانہ پیدائش:۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شاہان مصر کا لقب "فرعون" ہوا کرتا تھا۔فراعنہ کے اکتیس (31) خاندان مصر پر حکمران رہے۔یہ دور تین ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہو کر 332 قبل از مسیح تک کا ہے ۔

فرعون کا خواب:۔ فرعون نے ایک بھیانک خواب دیکھا جس کی تعبیر نجومیوں نے بتائی کہ "تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ ہوگا"۔فرعون نے اس خوف سے یہ حکم دیا کہ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے۔پھر اسی خوف سے کہ آئندہ اس کی غلامی کون کرے گا۔حکم دیا کہ ایک سال لڑکوں کو زندہ رکھا جائے اور دوسرے سال ختم کر دیا جائے، چنانچہ جس زمانے میں بچوں کو چھوڑ دینے کا حکم تھا اس زمانے میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے ۔

قرآن میں ذکر:۔ قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بے شمار مقامات میں آیا ہے۔

آپؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ خوش بیان تھے اور انہیں کی درخواست پر آپؑ کو پیغمبری عطا ہوئی۔تاکہ فرعون کے دربار میں تبلیغی تقریر پوری فصاحت کے ساتھ کر سکیں۔قرآن پاک سورہ الانعام، آیت نمبر 84 میں فرمان الٰہی ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ:"اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا کیا۔(ان میں سے) ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی، اور نوح کو ہم نے پہلے ہی ہدایت دی تھی، اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی۔اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں"۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی سفارش:۔ جب طویٰ کی مقدس وادی میں حضرت موسیٰؑ نبوت سے سرفراز کیے جا رہے تھے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالی سے اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا زور بازو بنانے اور نبوت عطا کرنے کی درخواست کی۔جو قبول کر لی گئی۔کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی زبان میں بچپن ہی سے ہکلا پن تھا آپؑ کو بولنے میں دشواری تھی جبکہ حضرت ہارونؑ فطری فصاحت و بلاغت لسانی کے مالک تھے ۔اس طرح حضرت ہارونؑ کو بھی نبوت عطا ہوئی۔قرآن پاک سورہ طہ ، آیت نمبر 35-29 میں اس کا ذکر ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ-هٰرُوْنَ اَخِي-اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ-وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ-كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا-وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ؕ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا

ترجمہ:"اور میرے لیے میرے خاندان ہی کے ایک فرد کو مددگار مقرر کر دیجیے۔یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں۔ان کے ذریعے میری طاقت مضبوط کر دیجیے۔اور ان کو میرا شریک کار بنا دیجیے۔تاکہ ہم کثرت سے آپ کی تسبیح کریں۔اور بکثرت تیری یاد کریں۔بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے"۔

پھر اللہ تعالی نے فرمایا: (سورہ طہ، آیت نمبر 36)

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰي

ترجمہ:"اللہ نے فرمایا: موسیٰ! تم نے جو کچھ مانگا ہے تمہیں دے دیا گیا"۔

پھر دونوں بھائیوں کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا: (سورہ طہ، آیت نمبر 43-42)

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ-اِذْهَبَاۤ اِلٰي فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰي

ترجمہ:"تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ، اور میرا ذکر کرنے میں سستی نہ کرنا۔دونوں فرعون کے پاس جاؤ، وہ حد سے آگے نکل چکا ہے"۔

دونوں بھائی فرعون کے دربار پہنچے اور خدائی پیغام کو پہنچایا کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو اور بنی اسرائیل پر ظلم و ستم نہ کرو مگر وہ نہ مانا۔اور مزید سرکشی پر اتر آیا۔حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزات کا ذکر کیا تاکہ حق و صداقت کو قبول کرے۔اس نے آپؑ کو جادوگر قرار دیا اور دربار کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے

مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔مگر حق کے آگے باطل کی نہ چل سکی اور مقابلے کے بعد تمام جادوگروں نے حضرت موسیٰ ؑ کے حق میں فیصلہ دیا اور دعوت حق کو قبول کیا۔جب فرعون نے دیکھا کہ جادوگر اسلام لا چکے ہیں اور تمام لوگ حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارونؑ کا اچھے اوصاف کے ساتھ ذکر کررہے ہیں تو اس نے دھمکیاں دیں فرعون کے مظالم مزید بڑھ گئے تو اللہ نے موسیٰؑ کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارونؑ بنی اسرائیل کو لے کر بحر قلزم کی طرف چل پڑے۔قرآن پاک سورہ الشعراء ،آیت نمبر 63 میں فرمان الٰہی ہے:

فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ:"چنانچہ ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔بس پھر سمندر پھٹ گیا،اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا"۔

حضرت موسیٰ ؑ نے دریا پر عصا مارا تو خشک راستہ نکل آیا اور بنی اسرائیل اس پر چلتی ہوئی دریا پار چلی گئی مگر جب فرعون کا لشکر اسی راستے پر چلا تو دریا آپس میں مل گیا اور یوں اللہ نے فرعون کے تمام لشکر کو غرقاب کردیا اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی ۔ان تمام حالات میں حضرت ہارونؑ اپنے بھائی حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ رہے۔

بچھڑے کی پوجا کا واقعہ:۔اب حضرت موسیٰ ؑ کو شریعت ملنے کا وقت آیا اور وحی الٰہی سے کوہ طور پر پہنچنے کو کہا گیا۔ایک ماہ کی مدت تھی مگر بعد میں دس دن اور بڑھا دیے گئے۔حضرت موسیٰ ؑ نے جب کوہ طور پر جانے کا ارادہ کیا تو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ و نائب حضرت ہارونؑ کو مقرر کیا۔

حضرت موسیٰؑ کے طور پر جانے کے بعد واپسی کی مدت ایک ماہ سے زیادہ ہوگئی تو ایک شخص (سامری) نے فائدہ اٹھایا اور بنی اسرائیل نے سامری کی قیادت میں ایک بچھڑا بنایا اور اسے معبود منتخب کر کے پرستش شروع کردی۔حضرت موسیٰؑ جب واپس آئے تو غیض وغضب میں کانپنے لگے اور حضرت ہارونؑ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ قرآن مجید نے اس اہتمام سے آپؑ کی پوری صفائی پیش کی۔(سورہ طہٰ،آیت نمبر 90)

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ

ترجمہ:"اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ "میری قوم کے لوگو!تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو،اور حقیقت میں تمہارا رب تو رحمن ہے،اس لیے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات مانو"۔

یعنی بچھڑا بنانا اور اس کی ترغیب دینا سامری کا کام تھا نہ کہ حضرت ہارونؑ جیسے برگزیدہ نبی کا،انھوں نے تو سختی کے ساتھ بنی اسرائیل کو اس ناپاک حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

حضرت ہارونؑ کی وفات:۔وادی سینا کے مقدس میدان میں بنی اسرائیل موجود تھے کہ خدا کا حکم ہوا کہ پوری قوم ارض مقدس میں داخل ہو اور وہاں سے ان کے ظالم وجابر حکمرانوں کو نکال کر عدل وانصاف قائم کرو۔

مگر بنی اسرائیل نے وہاں کے زبردست جسامت والے لوگوں کو دیکھتے ہوئے داخل ہونے سے انکار کردیا ۔اس انکار پر اللہ نے انہیں سزا دی اور وہ اسی سرزمین پر بھٹکتے پھرے۔حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارونؑ ان کے ساتھ تھے تاکہ آنے والی نسل کو رشد وہدایت کریں-اس دوران حضرت ہارون ؑ کا پیغام اجل آپہنچا ۔آپؑ کوہ طور پر عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ آپؑ کا انتقال ہوگیا۔آپؑ کے انتقال کے وقت آپؑ کی عمر مبارک 123 سال تھی-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت موسیٰ علیہ السلام

یہ 1520 قبلِ مسیح کی بات ہے مِصر پر فرعون بادشاہ ''منفتاح ثانی'' کی حکومت تھی۔ وہ اپنے والد رَمسیس کے بڑھاپے کی وجہ سے عملاً حکمران بنا ہوا تھا۔ خدائی کا پذیر دار یہ بادشاہ بڑا ظالم و جابر تھا۔ اُس نے ''بنی اسرائیل'' کو اپنا غلام بنا رکھا تھا، حالانکہ وہ حضرت یوسفؑ کے زمانے سے وہاں رہائش پذیر تھے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے والد، حضرت یعقوبؑ اور اپنے بھائیوں کے لیے ایک قطعۂ زمین اُس وقت کے فرعون بادشاہ ''ریان بن ولید'' سے حاصل کیا تھا۔ حضرت یعقوبؑ کی یہی نسل ''بنی اسرائیل'' کہلائی، جو مِصر میں خُوب پھلی پھُولی۔ یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے دین کے پیروکار تھے، چنانچہ اُس وقت اللہ کے نزدیک یہ سب سے بہتر جماعت تھی۔ اُنہوں نے فرعون کو سجدہ کرنے اور اُسے اپنا ربّ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے بادشاہ اور اُس کے حواری ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتے اور اُن سے گھٹیا کام کرواتے۔ فرعون کسی خاص شخص کا نام نہیں (بلکہ مصر کے بادشاہوں کا نام تھا)۔

نام ونسب اور قرآنِ کریم میں ذکر:۔

حضرت موسیٰؑ کا نام اور نسب مبارک یوں ہے، موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لیعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش مِصر میں ہوئی۔ حضرت ہارونؑ آپؑ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا کی یہ دولت اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بھی نبوّت عطا فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کا مددگار بنایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی حیاتِ طیبہ کے واقعات قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں بیان فرمائے ہیں۔ آپؑ کا اسمِ مبارک قرآنِ پاک میں 136 بار آیا ہے۔

فرعون کا خواب اور حضرت موسیٰؑ کی پیدائش:۔

حضرت ابنِ عبّاسؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا کہ گویا ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے چلی آرہی ہے اور اُس نے مِصر کے گھروں اور تمام قِبطیوں (یعنی بنی اسرائیل کے مخالف فرعونیوں کے گروہ) کو جلا ڈالا، لیکن بنی اسرائیل کو آنچ تک نہ آئی۔ فرعون نے بیدار ہونے کے بعد اپنے مُلک کے تمام کاہنوں، نجومیوں، جادوگروں اور دیگر ماہرین کو جمع کیا اور سب سے اس خواب کی تعبیر معلوم کی، جس پر اُنہوں نے جواب دیا ''بنی اسرائیل میں ایک بچّہ پیدا ہوگا اور اُس کے ہاتھوں اہلِ مصر کی ہلاکت ہوگی۔'' (ابنِ کثیرؒ)

بنی اسرائیل کے ہاں بھی شروع ہی سے یہ بات مشہور تھی کہ ''اُن ہی میں ایک بچّہ پیدا ہوگا، جو بڑا ہو کر فرعون کا تختہ اُلٹے گا اور بنی اسرائیل کے پاس مصر کی باگ ڈور آئے گی''، یہ خبر فرعونِ مِصر کو بھی اُس کے درباریوں نے پہنچا دی تھی۔ لہٰذا، اس خواب کے بعد وہ مزید فکر مند ہو گیا اور اُس نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے تمام لڑکے قتل کر دیے جائیں۔ اس حکم کے بعد، فرعون کے حواریوں اور اُس کی سپاہ نے ہر ممکن اقدام اٹھالیا کہ کوئی نومولود لڑکا زندہ نہ بچ پائے، لیکن اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے بنی اسرائیل کے ہزاروں نومولود بچّے ذبح کر دیے گئے۔ پھر ایک وقت وہ آیا کہ جب قِبطی سرداروں نے فرعون سے کہا کہ ''اگر بنی اسرائیل کے لڑکوں کا اِسی طرح قتلِ عام ہوتا رہا، تو ہمیں آئندہ خدمت گار ملنا مشکل ہو جائیں گے اور پھر ہمارے یہ کم تر، گھٹیا اور غلیظ کام کون کرے گا؟'' اس پر فرعون نے حکم جاری کیا کہ ایک سال چھوڑ کر بچّے قتل کیے جائیں۔ ان ہی حالات میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ نجومیوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ بچّہ پیدا ہو چُکا ہے۔ اِس اطلاع نے فرعون کو بدحواس کر دیا اور اُس کی سپاہ نے گھر گھر تلاشی شروع کر دی۔ حضرت موسیٰؑ کے بھائی، حضرت ہارونؑ سالِ امان میں پیدا ہوئے تھے، جب کہ حضرت موسیٰؑ قتل والے سال میں پیدا ہوئے، مگر اللہ نے اُن کی حفاظت کا سامان اس طرح فرمایا کہ اُن کی والدہ پر معمول کے مطابق حمل کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، جس سے فرعون کی چھوڑی ہوئی دائیوں کی نگاہ میں نہ آئیں، یوں ولادت کا مرحلہ تو خاموشی سے گزر گیا اور حکومت کے علم میں نہ آسکا، لیکن ولادت کے بعد بھی قتل کا اندیشہ موجود تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا حل بھی موسیٰؑ کی والدہ کو سمجھا دیا۔ چنانچہ اُنہوں نے بچّے کو صندوق میں لِٹا کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ (ابنِ کثیر)

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلاتی رہے اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو، تو اُسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج وغم نہ کرنا، ہم یقیناً اُسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اُسے اپنے پیغمبروں میں سے بنانے والے ہیں۔'' (سورۃ القصص 7:)

علّامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے تین دن آپؑ کو دودھ پلایا اور چوتھے دن لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں:-

صندوق دریا میں بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا، جولبِ دریا تھا۔فرعون کے نوکروں نے صندوق اٹھایا اورفرعون کی بیوی، آسیہ کی خدمت میں پیش کردیا۔آسیہ بے اولاد تھیں،تو اُنہوں نے جب صندوق میں ایک حَسین وجمیل چاند جیسے بچّے کو لیٹے دیکھا،تو فریفتہ ہوگئیں۔بے اختیار بچّے کو گود میں اُٹھایا اورجلدی سے فرعون کے پاس لے گئیں اور بولیں’’ یہ میری اور تمہاری(دونوں کی) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔اسے قتل نہ کرنا، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔‘‘(سورۃ القصص،آیت نمبر9:)اہلیہ کی شدید خواہش کے پیشِ نظر فرعون نے بادلِ نخواستہ پرورش کی اجازت دے دی۔اُدھر حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے اُنہیں دریا کے سُپرد تو کردیا تھا،لیکن وہ بے قرار تھیں۔چنانچہ اُنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی بہن،مریم بنتِ عمران کو بھائی کی خبر گیری کے لیے بھیجا۔مریم دُور سے صندوق کو دیکھتے ہوئے دریا کے کنارے کنارے چلتی ہوئی فرعون کے محل تک پہنچ گئی، جہاں فرعون کی بیوی دیگر عورتوں کے ساتھ بڑی دیر سے معصوم بچّے کو دودھ پلانے کی کوششوں میں مصروف تھیں،لیکن کوئی آیا اُنہیں دودھ پلانے اور چُپ کروانے میں کامیاب نہیں ہورہی تھی۔قرآنِ پاک میں ارشاد ہے’’اور ہم نے پہلے ہی سے اُس پر دائیوں کے دودھ حرام کردیئے تھے۔‘‘(سورۃ القصص،آیت نمبر13:)جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا،بھوکے بچّے کی بے تابی دیکھ کر آسیہ کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔حضرت موسیٰؑ کی بہن، مریم دروازے پر کھڑی یہ سب منظر دیکھ رہی تھیں۔بالآخر بول پڑیں’’کیا مَیں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں کہ جو تمہارے لیے اس بچّے کو پالیں اوراس کی خیر خواہی سے پرورش کریں۔‘‘(سورۃ القصص،آیت نمبر13:)فرعون کی بیوی کی خواہش پر مریم جلدی سے جاکر اپنی والدہ کو محل میں لے آئیں اور حضرت موسیٰؑ نے فوری طور پر اپنی والدہ کی چھاتی سے لگ کر دودھ پی لیا۔یوں اللہ نے آپؑ کی والدہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دِکھایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے’’تو ہم نے ان کو ان کی ماں کے پاس پہنچادیا تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچّا ہے،لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘۔(سورۃ القصص،آیت نمبر13:)آسیہ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ سے استدعا کی کہ وہ محل ہی میں رہنے لگیں اوراس بچّے کی پرورش کریں،لیکن اُمّ موسیٰؑ نے انکار کردیا کہ میرے شوہر اور بچّے پریشان ہوں گے۔اس پر آسیہ بچّہ اُنھیں دینے پر مجبور ہوگئیں۔پھر اُس نے بچّے کے لیے وظیفہ بھی مقرّر کردیا، یوں اللہ کی شان دیکھیے کہ جس بچّے کے خوف سے فرعون نے ہزاروں بچّے ذبح کروادیئے،وہ بچّہ فرعون ہی کی زیرِ نگرانی اورسرکاری تحفّظ میں پروان چڑھنے لگا۔

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قِبطی کا قتل:-

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے’’اور جب موسیٰؑ جوانی کو پہنچے اور بھرپور(جوان) ہوگئے،تو ہم نے اُن کو حکمت اورعلم عنایت کیا اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔‘‘(سورۃ القصص،آیت نمبر14:) حضرت موسیٰؑ شاہی محل میں آسیہ کی زیرِ نگرانی پرورش پاتے ہوئے جوان ہوگئے۔آپؑ نہایت خُوب صورت، طاقت وَر، سمجھ دار اور دانا انسان تھے اور مِصر میں فرعون کے لے پالک بیٹے کے طور پر مشہور تھے۔اسی وجہ سے اُن کا رُعب ودبدبہ بھی بہت تھا۔حضرت موسیٰؑ کو اس بات کا علم تھا کہ وہ فرعونی(قِبطی) نہیں، بلکہ اسرائیلی ہیں۔لہٰذا جب فرعون،اُس کے حواریوں اور سپاہ کی جانب سے اسرائیلیوں پر ظلم ڈھائے جاتے،تو آپؑ کو بے حد دُکھ ہوتا،اکثر اس ظلم کے خلاف آواز بھی بلند کرتے اور بے قصور اسرائیلیوں کی مدد بھی کرتے۔ایک دن حضرت موسیٰؑ محل سے نکل کر شہر کا گشت کررہے تھے۔آپؑ نے دیکھا کہ ایک قِبطی کسی اسرائیلی کو بُری طرح زدوکوب کررہا ہے۔یہ منظر دیکھ کر آپؑ رُک گئے۔اسرائیلی نے جب آپؑ کو دیکھا،تو مدد کے لیے پکار اُٹھا۔حضرت موسیٰؑ دونوں کے قریب گئے اور قِبطی کو روکنے کی کوشش کی،لیکن وہ ظلم سے باز نہ آیا۔آپؑ کافی دیر تک اسرائیلی کو چھڑوانے کی کوشش کرتے رہے،لیکن قِبطی کسی طور پر اُسے چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔آخر کار آپؑ سے ضبط نہ ہوسکا اوراُسے ایک مُکّا رسید کردیا،جس سے وہ مرگیا،حالاں کہ آپؑ کی نیّت اُسے مارنے کی نہ تھی۔قِبطی کے قتل کی خبر فرعون سمیت پورے مِصر میں پھیل چکی تھی،لیکن کسی کو قاتل کا پتا نہ تھا اور سپاہ قاتل کی تلاش میں سرگرداں تھی۔دوسرے دن حضرت موسیٰؑ پھر گشت پر نکلے،خیال تھا کہ قِبطی کے قتل کے ردِّعمل کا اندازہ ہوسکے۔ ابھی کچھ ہی دُور گئے تھے کہ دیکھا وہی اسرائیلی کسی دوسرے قِبطی سے جھگڑا کررہا ہے۔اُس نے جب حضرت موسیٰؑ کو دیکھا تو پھر مدد کے لیے پکارا۔آپؑ نے فرمایا’’بے شک تو ہی صریح گم راہ شخص ہے‘‘اور پھر قِبطی کو چھڑوانے کے لیے آگے بڑھے۔اسرائیلی نے سمجھا کہ یہ مجھ پر غصّہ کررہے ہیں اور آج مجھے مار ڈالیں گے۔تو وہ فوراً چِلّا اٹھا’’اے موسیٰؑ! جس طرح تم نے کل ایک قِبطی کو مارا تھا،آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟‘‘قِبطی نے جب یہ سُنا،تو فوراً فرعون کو خبر بھجوادی اور فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

مدین ہجرت اور حضرت شعیبؑ سے ملاقات:-

فرعون کے حواریوں کو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قبطی کے قتل کا علم ہوا، تو اُنہوں نے آپؑ کے قتل کا فیصلہ کرلیا۔ تاہم، وہاں موجود آپؑ کے ایک ہم درد نے آکر آپؑ کو اس کی اطلاع کردی۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا ''موسیٰؑ، شہر کے رئیس تمہارے قتل کا مشورہ کررہے ہیں، پس تم جلدی سے یہاں سے نکل جاؤ، مَیں تمہارا خیرخواہ ہوں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السّلام وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے ''اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچالے۔'' (سورۃ القصص، آیت نمبر۔ 21-20)

حضرت موسیٰؑ کو کوئی علم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے؟ کیونکہ مِصر چھوڑنے کا یہ حادثہ بالکل اچانک پیش آیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو گھوڑے پر بھیجا، جس نے راستے کی نشان دہی کی۔ (ابنِ کثیر)۔ آپؑ کئی روز کی مسافت طے کرکے ارضِ مدین پہنچے اور شہر کے کنارے ایک کنویں کے قریب درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اُس وقت کنویں پر جانوروں کو پانی پلانے والوں کی بِھیڑ تھی۔ آپؑ نے دیکھا کہ درخت کے پاس دو لڑکیاں بہت دیر سے اپنے جانور لیے کھڑی ہیں اور اُن کی باری نہیں آتی۔ حضرت موسیٰؑ کے پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ ''ہمارے گھر کوئی جوان نہیں ہے، والد بہت ضعیف ہیں۔ جب سب لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاکر چلے جائیں گے، تو پھر ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گی۔'' حضرت موسیٰؑ یہ سُن کر کھڑے ہوگئے۔ آپؑ جوان بھی تھے اور طاقت وَر بھی۔ آپؑ نے لڑکیوں کے مویشیوں کو پکڑا اور لوگوں کے بیچ میں سے راستہ بناتے ہوئے کنویں تک پہنچ گئے۔ کنویں سے پانی نکال کر سب مویشیوں کو سیر ہوکر پلایا اور واپس آگئے۔ لڑکیوں نے آپؑ کا شُکریہ ادا کیا اور گھر کی طرف چلی گئیں۔ مفسّرین نے لکھا ہے کہ وہ حضرت شعیبؑ کی صاحب زادیاں تھیں۔ جب وہ وقت سے پہلے گھر پہنچ گئیں، تو حضرت شعیبؑ کو تعجب ہوا اور جلد آنے کی وجہ دریافت کی، جس پر لڑکیوں نے پورا واقعہ بتایا۔ حضرت شعیبؑ خوش ہوئے اور فرمایا ''جاؤ اور اللہ کے اُس نیک، اجنبی بندے کو میرے پاس لے آؤ۔''

حضرت شعیبؑ کے گھر قیام:-

حضرت موسیٰؑ ایک لمبا سفر طے کرکے مِصر سے مدین پہنچے تھے۔ کچھ زادِ راہ بھی ساتھ نہ تھا، جب کہ سفر کی تھکن اور بھوک سے نڈھال تھے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''تھوڑی دیر میں اُن میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی اُن کی طرف آئی اور کہنے لگی ''تمھیں میرے والد بُلاتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے (جانوروں) کو پانی پلایا تھا، اُس کی اُجرت دیں۔'' جب وہ اُن (حضرت شعیبؑ) کے پاس آئے اور اُن سے اپنا سارا حال بیان کیا، تو اُنہوں نے کہا ''اب کچھ خوف نہ کرو، تم نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔'' ایک لڑکی بولی ''ابّا جان! اِن کو نوکر رکھ لیجیے۔ کیوں کہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں، وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار (ہو)۔'' اُنہوں نے (موسیٰؑ) سے کہا'' مَیں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں۔ اس (شرط) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دَس سال پورے کردو، تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور مَیں تم پر تکلیف ڈالنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے انشاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔'' (سورۃ القصص۔ آیت نمبر 25، 27)

حضرت موسیٰؑ نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ قصّہ مختصر، آپؑ کا حضرت شعیبؑ کی ایک صاحب زادی سے نکاح ہوگیا۔ جب دَس سال مکمل ہوگئے، تو آپؑ نے اپنی والدہ اور بہن بھائیوں سے ملنے کے لیے مِصر جانے کا قصد فرمایا اور حضرت شعیبؑ سے رخصت چاہی۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی صاحب زادی کے ساتھ کچھ مال مویشی اور زادِ راہ دے کر رخصت کیا۔ راستے میں مُلکِ شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا، اس لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ سردی کا موسم تھا اور اہلیہ کے ہاں ولادت قریب تھی۔ پھر یہ کہ راستے سے بھٹک کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت جا نکلے۔ اندھیری رات تھی اور برفانی سردی، اس حال میں اہلیہ کو درِدِزہ شروع ہوگیا۔ حضرت موسیٰؑ نے سردی سے بچاؤ کے لیے پتھر سے آگ جلانا چاہی، لیکن پتھروں کے رگڑنے سے آگ روشن نہ ہوسکی۔ پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، تو دُور کوہِ طور پر آگ نظر آئی۔ اہلیہ سے فرمایا ''مَیں نے وہاں آگ دیکھی ہے، وہاں جاکر تمہارے لیے آگ بھی لاتا ہوں اور ممکن ہے کہ کوئی بندہ بشر بھی مل جائے، جو راستہ بتادے۔''

اللہ تعالیٰ سے کوہِ طور پر ہم کلامی:-

حضرت موسیٰ علیہ السّلام طورِ سینا کی طرف چل دیئے۔ قریب پہنچے، تو ایک حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ہرے سبز درخت کے اوپر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں، مگر درخت کی کوئی شاخ جلتی ہے، اور نہ کوئی پتّا۔ دھواں ہے اور نہ تپش، جب کہ درخت کی سرسبزی و شادابی اپنے عروج پر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب آگ اُن کی طرف بڑھی، تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے اور جیسے ہی واپسی کے لیے مُڑے، آواز آئی ''**اے موسیٰؑ! یقیناً میں ہی تمہارا پروردگار ہوں، تم اپنی جوتیاں اُتار دو، تم طویٰ کی مقدّس وادی میں ہو۔ اور مَیں نے تم کو منتخب کرلیا ہے، تو جو حکم دیا جائے، اُسے کان لگا کر سُنو۔**'' (سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر 13-12)

حضرت موسیٰؑ نے جب اللہ ذوالجلال کی آواز سُنی ،تو مبہوت کھڑے رہ گئے ۔آپؑ نے فوری طور پر جوتے اُتار دیئے ۔اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو شریعت کی تعلیم دی اور پھر فرمایا ''اے موسیٰؑ !تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟'' اُنھوں نے کہا کہ '' یہ میری لاٹھی ہے، اِس سے مَیں ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کے لیے پتّے جھاڑتا ہوں، اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں ۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''موسیٰؑ !اِسے اپنے ہاتھ سے نیچے پھینک دو'' اُنھوں نے اُسے پھینکا تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اِسے پکڑ لو اور ڈرنا مت، ہم اِسے ابھی اس کی پہلی حالت میں لَوٹا دیں گے اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال لو، تو وہ سفید چمکتا ہوا نکلے گا، بغیر کسی عیب (اور بیماری) کے، یہ دوسرا معجزہ ہے۔ یہ اس لیے کہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دِکھانا چاہتے ہیں۔ اب تم فرعون کے پاس جاؤ، اُس نے بڑی سرکشی مچا رکھی ہے۔''
(موسیٰ علیہ السّلام) نے کہا ''اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرّر فرما دے۔ یعنی میرے بھائی ہارونؑ کو۔ تُو اس سے میری کمر کس دے اور اُسے میرا شریک کار کر دے تا کہ ہم دونوں بہ کثرت تیری تسبیح بیان کریں اور بہ کثرت تجھے یاد کریں۔'' اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ''موسیٰؑ تمہاری تمام دعائیں قبول کر لی گئی ہیں۔'' (سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر 17 تا36)

مِصر واپسی اور فرعون کو توحید کی دعوت:-

حضرت موسیٰؑ طورِ سینا سے لَوٹے اور اپنی اہلیہ کو لے کر مِصر روانہ ہو گئے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کو نبوّت کے منصب پر فائز فرما کر حضرت موسیٰؑ کے مِصر آنے کی خبر دے دی تھی، چنانچہ حضرت ہارونؑ نے آپؑ کا استقبال کیا اور گھر لے گئے۔ حضرت موسیٰؑ دس سال بعد گھر والوں سے ملے تھے۔ حکمِ الٰہی کی تکمیل کے لیے دوسرے ہی دن دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا ''(اے فرعون!) ہم ربّ العالمین کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، تُو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے۔'' فرعون نے کہا ''اے موسیٰؑ! کیا تُو نے میرے گھر پرورش نہیں پائی اور کیا تُو نے یہاں رہتے ہوئے قتل نہیں کیا تھا اور تم تو ناشُکرے معلوم ہوتے ہو۔'' موسیٰؑ نے کہا ''ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہو گئی تھی اور مَیں خطا کاروں میں تھا۔ جب مجھے تم سے ڈر لگا تو مَیں یہاں سے نکل گیا۔ پھر ربّ العالمین نے مجھے دانائی عطا فرمائی اور اپنا رسول بنایا۔ مجھ پر تیرا کیا یہی احسان ہے، جو تُو مجھے جتا رہا ہے اور تُو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔'' فرعون نے کہا ''ربّ العالمین کیا (چیز) ہے؟'' (حضرت موسیٰؑ) نے فرمایا ''وہ آسمان اور زمین اور جو کچھ اِن دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔ بہ شرط یہ کہ تم لوگوں کو یقین ہو۔'' فرعون نے اپنے اہالیوں، موالیوں سے کہا ''کیا تم سُن نہیں رہے؟ (یعنی کیا تم کو اس بات پر تعجب نہیں کہ میرے سِوا بھی کوئی اور معبود ہے)''۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ''وہ تمہارے اور تمہارے اگلے باپ، دادوں کا پروردگار ہے۔'' فرعون نے کہا ''(لوگو) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔'' (موسیٰؑ) نے کہا ''مشرق و مغرب اور جو کچھ اِن دونوں میں ہے، وہ سب کا مالک ہے، بہ شرط یہ کہ تم کو سمجھ ہو۔'' (فرعون) نے کہا ''اگر تم نے میرے سِوا کسی اور کو معبود بنایا، تو مَیں تمہیں قید کر دوں گا۔'' (حضرت موسیٰؑ نے) کہا ''خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز (یعنی معجزہ) لاؤں؟'' (فرعون نے) کہا ''اگر سچّے ہو، تو لاؤ اور دِکھاؤ۔'' پس اُنھوں نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی، تو وہ اسی وقت اژدھا بن گئی اور اپنا ہاتھ جو (بغل سے) نکالا، تو وہ سفید چمکیلا نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر فرعون اپنے آس پاس بیٹھے سرداروں سے کہنے لگا ''بھئی یہ کوئی بڑا جادوگر ہے۔ یہ تو چاہتا ہے کہ تمھیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے مُلک سے نکال دے، تو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُن سب نے کہا '' آپ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دیجیے اور تمام شہروں میں ہرکارے روانہ کر دیجیے، جو آپ کے پاس ماہر جادوگروں کو جمع کر کے لے آئیں۔'' (سورۃ الشّعراء، آیت نمبر:16، 37)
فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ''ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے، ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرّر کر لو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم، اور یہ مقابلہ صاف میدان میں ہوگا۔'' موسیٰ (علیہ السّلام) نے کہا ''زینت اور جشن کے دن کا وعدہ ہے اور یہ کہ لوگ اُس دن چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں۔'' (سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر:58-59)

عصائے موسیٰؑ کا کمال:-

مقررہ دن پر ہزاروں کی تعداد میں جادوگر میدان میں جمع کر لیے گئے۔ بادشاہ بھی اپنے مصاحبین کو لیے شاہانہ کرّ و فر (شان و شوکت) کے ساتھ تختِ شاہی پر براجمان ہو گیا۔ میدان کے چاروں جانب لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، جو حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ ایک طرف مِصر کے چوٹی کے جادوگر اپنے جادوئی ساز و سامان کے ساتھ بڑے متکبّرانہ انداز میں کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ تو دوسری طرف، اللہ کے دو نیک بندے اور نبی، حضرت

موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کھڑے بارگاہِ الٰہی میں دُعا گو تھے۔ جادوگر بولے"موسیٰؑ یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔" موسیٰ (علیہ السّلام) نے کہا "پہلے تم ڈالو"(جب اُنہوں نے چیزیں ڈالیں، تو اُن کی رسّیاں اور لاٹھیاں (جادو کے زور) سے دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اُس وقت موسیٰ (علیہ السّلام) کے دِل میں خوف پیدا ہوا، تو اللہ نے وحی بھیجی "اے موسیٰؑ! ڈرو نہیں۔ بلاشبہ تم ہی غالب آؤ گے۔ ذرا اپنا عصا زمین پر پھینکو اور پھر دیکھو۔" چناں چہ لاٹھی کا زمین پر پھینکنا تھا کہ وہ ایک بڑے خوف ناک اژدھے میں تبدیل ہوگئی اور جو کچھ جادوگروں نے بنایا تھا، اُن سب کو نگل لیا۔ یہ دیکھ کر جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے"ہم تمام جہان کے مالک پر ایمان لائے، جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا ربّ ہے۔"(سورۃ الشعراء، سورہ طٰہٰ)۔ فرعون کے لیے یہ سب کچھ بڑا عجیب، نہایت حیرت انگیز اور بہت غم ناک تھا۔ وہ جن جادوگروں کے ذریعے فتح اور غلبے کی آس لگائے بیٹھا تھا، وہ سب نہ صرف مغلوب ہو گئے، بلکہ موسیٰؑ کے ربّ پر ایمان بھی لے آئے۔ فرعون نے غضب ناک ہو کر کہا"میری اجازت کے بغیر تم لوگ اس شخص پر ایمان لے آئے، یقیناً یہ تم سب سے بڑا جادوگر ہے۔ مَیں تم سب کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکا دوں گا۔" اُنہوں نے کہا"کوئی حرج نہیں۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔"(سورۃ الشعراء، سورۂ طٰہٰ) روایت میں ہے کہ فرعون نے ان سب جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اُنہیں سولی پر لٹکا دیا۔

حضرت موسیٰؑ کے نو معجزات:۔

جادوگروں کے ایمان لانے اور اُنہیں بے دردی سے شہید کر دینے کے بعد بھی فرعون کی سرکشی اور بداعمالیاں جاری رہیں۔ مفسّرین کے مطابق، اس واقعے کے بعد حضرت موسیٰؑ مزید بیس برس مِصر میں مقیم رہے اور لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اس عرصے میں اللہ عزّوجل نے حضرت موسیٰؑ کو نو معجزات عطا فرمائے تاکہ فرعون اور اس کی قوم کو راہِ راست پر لایا جا سکے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے"اور ہم نے موسیٰ کو نو معجزے عطا فرمائے۔"(سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر: 101)

جن نو معجزات کی طرف زیر بحث آیت میں اشارہ ہوا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔عصا ۲۔ید بیضاء ۳۔طوفان ۴۔ٹڈی دَل ۵۔"قمل" نامی ایک نباتاتی آفت

۶۔مینڈکوں کی کثرت ۷۔خون ۸۔خشک سالی ۹۔پھلوں میں کمی

سورہ الاعراف کی مذکورہ آیات میں ان نو معجزات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے:

(یہ نو آیات دیکھ کر بھی جب وہ ایمان نہ لائے تو)"ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں غرقِ دریا کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی اور ان سے غفلت برتی تھی۔"(سورہ الاعراف، آیت نمبر۔۱۳۶)

مِصر سے ہجرت اور فرعون کا غرق ہونا:۔

فرعون کا تکبّر، غیظ و غضب اور ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ چُکا تھا۔ وہ اور اُس کے حواری، حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھیوں کے خون کے پیاسے تھے، ایسے میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ہجرت کا حکم فرمایا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے"اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ، پھر اُن کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو۔ پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا، اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔"(سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر 77) حضرت موسیٰؑ شروع رات میں بنی اسرائیل کو لے کر مِصر سے دریائے قلزم (بحیرۂ احمر) کی طرف نکلے۔

علّامہ طبریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ چھ لاکھ، تیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے تھے۔ اس کے علاوہ عورتیں، لڑکیاں اور بچّے بھی تھے۔ حضرت موسیٰؑ 9 محرّم کو ہفتے کے دن غروبِ آفتاب کے بعد مِصر سے روانہ ہوئے۔ فرعون کو آپؑ کے نکلنے کی خبر صبح کو ہوئی۔ اُس نے فوری طور پر سات لاکھ سے زائد سواروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ جب بنی اسرائیل نے اپنے پیچھے فرعون کے فوجی سیلاب کو اور آگے بپھری موجوں کو دیکھا، تو گھبرا اُٹھے۔ قرآنِ کریم میں ہے"تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا،" ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے۔" موسیٰؑ نے کہا"ہرگز نہیں، یقین مانو میرا ربّ میرے ساتھ ہے، جو ضرور مجھے راہ دِکھائے گا۔" ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ" دریا پر اپنی لاٹھی مارو۔"(سورۃ الشعراء، آیت نمبر 61،63)۔ اُنھوں نے دریا پر لاٹھی ماری، تو اس میں راستہ بن گیا اور بنی اسرائیل اس راستے میں سے گزر گئے۔ لشکرِ فرعون یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر سہم گیا۔ فرعون بھی قدرت کے اس کرشمے کو دیکھ کر مرعوب ہو چُکا تھا، لیکن پھر اپنے اوپر فرعونیت سوار کر لی اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور لشکر کو پیچھے آنے کا حکم دیا۔ جب فرعون اور اُس کا لشکر دریا کے اندر سما گیا، تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دے دیا اور دریا کے دونوں حصّے آپس میں مل گئے۔ فرعون جب ڈوبنے لگا، تو پکار اُٹھا

کہ ''میں اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاتا ہوں۔'' قرآنِ کریم میں ہے ''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا،تو کہنے لگے کہ ''ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جن جن کو ہم اُس کا شریک بنا رہے تھے،ہم نے اُن سب سے انکار کیا۔''(سورۃ المومن،آیت نمبر:84)

جب فرعون غرق ہو گیا،تو اُس کی موت کا بہت سے لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا،تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی نے اُس کی لاش کو باہر خشکی پر پھینک دیا،جس کا سب نے مشاہدہ کیا۔قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے''آج ہم تیری لاش کو (پانی سے) نکال لیں گے تاکہ تو اُن کے لیے نشانِ عبرت ہو، جو تیرے بعد ہیں اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔''(سورۂ یونس،آیت نمبر:92)

آج بھی فرعون منفتاح ثانی کی حنوط شدہ لاش عبرت کا نشان بنی مصر کے عجائب خانے میں محفوظ ہے۔

کوہِ طور پر اللہ سے کلام،تجلّی اور تورات کا ملنا:۔

حضرت موسیٰؑ ،فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کے ساتھ بحیرۂ احمر پار کر کے وادیٔ سینا کی جانب چلے۔راستے میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے، جو بُتوں کو پوجتی تھی۔بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا،تو کہنے لگے''اے موسیٰ (علیہ السّلام)! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو۔'' موسیٰ (علیہ السّلام) نے کہا''تم بڑے ہی جاہل ہو۔کیا اللہ تعالیٰ کے سِوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالاں کہ اُس نے تم کو تمام جہاں والوں پر فوقیت دی ہے۔''(سورۃ الاعراف،آیت نمبر:140،138)

اللہ نے بنی اسرائیل کی ہدایت ورہنمائی کے لیے حضرت موسیٰؑ کو آسمانی کتاب دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اللہ عزّوجل نے آپؑ کو تیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر بلایا،جس میں مزید دس راتوں کا اضافہ کر کے اُسے چالیس راتیں کر دیا۔حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جانے سے قبل اپنے بھائی،حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین مقرّر کیا۔حضرت ہارونؑ بھائی بھی تھے اور نبی بھی۔حضرت موسیٰؑ وقتِ مقرّرہ پر کوہِ طور پہنچے اور پروردگار سے ہم کلام ہوئے،تو کہنے لگے''اے میرے پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دِکھا دیجیے، مَیں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔''ارشاد ہوا''تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے،لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا،تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے اور جب اُن کے ربّ نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی،تو تجلّی نے اُس کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ (علیہ السّلام) بے ہوش کر گر پڑے۔پھر جب ہوش میں آئے،تو عرض کیا''بے شک،آپ کی ذات پاک ہے۔مَیں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور مَیں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔''ارشاد ہوا کہ''**اے موسیٰؑ! مَیں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں میں ممتاز کیا ہے۔تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے،اسے پکڑ رکھو اور میرا شکر بجالاؤ اور ہم نے (تورات) کی تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔''(سورۃ الاعراف،آیت نمبر:145،142) یہ حضرت موسیٰ (علیہ السّلام) کا اللہ عزّوجل سے ہم کلامی کا دوسرا واقعہ تھا۔**

صحائف:۔

اللہ تعالی نے کل 100 صحیفے نازل کئے-حضرت موسی علیہ السلام پر دس صحیفے نازل فرمائے- 50 صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے، 30 حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے,10 حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے پوچھا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! حضرت موسی علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی"؟ ارشادفرمایا" وہ سب عبرت کی باتیں تھیں مثلا میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہو کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا ہے اور عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش ہوسکتا ہے؟؟؟ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہوا اور وہ ہنستا ہے--- میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث تغیرات انقلاب کو ہر وقت دیکھتا ہے، پھر اس دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے--- میں تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو تقدیر کا یقین ہو تو پھر رنج و مشکلات میں مبتلا ہے--- میں تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہو پھر نیک اعمال نہیں کرتا"-(فضائل اعمال-مولانا زکریا)

سامری کا سونے کا بچھڑا اور گوسالہ پرستی:۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور گئے،تو پیچھے سامری نامی ایک قبطی نے، جو حضرت موسیٰؑ کا پڑوسی تھا اور بہ ظاہر آپؑ پر ایمان لا کر ساتھ ہو گیا تھا، بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات اکٹھے کر کے ایک بچھڑا تیار کیا،جس میں اُس نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی مٹّی بھی شامل کر دی۔یہ مٹّی اُس نے چُپکے سے اُس وقت لے لی تھی، جب حضرت جبرائیلؑ ان لوگوں کو دریا پار کروا رہے تھے۔یہ بچھڑا جب تیار ہو گیا،تو یہ کچھ کچھ بیل کی آواز نکالتا

تھا۔یعنی جب اس میں ہوا داخل ہو جاتی، تو اس میں سے گائے یا بیل کی آواز نکلتی۔(ابنِ کثیرؒ) اس آواز سے سامری نے بنی اسرائیل کو گمراہ کیا اور بولا ''یہی تمہارا اصل معبود ہے۔'' قرآنِ پاک میں ہے ''پھر اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا، یعنی بچھڑے کا بُت، جس کی گائے کی سی آواز بھی تھی۔ پھر کہنے لگا کہ ''یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰؑ کا بھی، لیکن موسیٰؑ بھول گیا ہے۔''(سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر:88)

کوہِ طور سے واپسی اور سامری کو سزا:-

حضرت موسیٰؑ جب تورات لے کر واپس آئے، تو دیکھا کہ بنی اسرائیل سامری کے بچھڑے کی پرستش کر رہے ہیں۔آپؑ کو سخت ناگوار گزرا۔غضب ناک ہو کر اپنے بھائی، حضرت ہارونؑ کے سَر کے بال اور داڑھی پکڑ کر اُنہیں سخت سُست کہا۔حضرت ہارونؑ نے عرض کیا ''اے میرے بھائی! میری داڑھی اور سَر کے بال مت کھینچو۔ دراصل قوم نے مجھے کم زور خیال کیا اور میرے قتل کے درپے ہوگئی۔''(سورۃ الاعراف، آیت نمبر:150)

حضرت موسیٰؑ سامری کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا ''تُو نے یہ حرکت کیوں کی؟'' اُس نے کہا ''مجھے وہ چیز دکھائی دی جو انہیں دکھائی نہیں دی۔ مَیں نے فرشتے کے نقشِ پا سے (مٹّی) ایک مُٹھی میں بھر لی تھی، پھر اس کو اُس (بچھڑے کے قلب) میں ڈال دیا اور مجھے یہ کام بھلا لگا۔''(حضرت موسیٰؑ نے کہا) ''اچھا جا دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہی ہے کہ تو کہتا پھرے گا کہ ''مجھے نہ چُھونا'' اور تیرے لیے ایک اور وعدہ ہے (یعنی عذاب کا) جو تجھ سے ٹَل نہ سکے گا۔''(سورۂ طٰہٰ:97،95) اور پھر ایسا ہی ہوا۔سامری عُمر بھر یہی کہتا رہا کہ ''مجھے نہ چُھونا'' کیوں کہ اُسے چھوتے ہی چُھونے والا اور سامری دونوں شدید بخار میں مبتلا ہو جاتے۔پھر وہ انسانوں کی بستی سے نکل کر جنگل میں چلا گیا، جہاں جانوروں کے ساتھ زندگی گزاری اور عبرت کا نمونہ بن گیا۔حضرت موسیٰؑ نے اُس کے بچھڑے کو جلا کر دریا میں پھینک دیا۔

بنی اسرائیل کی سرکشی اور سَروں پر کوہِ طور کا معلّق ہونا:-

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب تورات سے درس و تدریس شروع کی، تو بنی اسرائیل ایک مرتبہ پھر حیلے بہانے کرنے لگے اور بولے ''اے موسیٰؑ! ہم یہ کیسے یقین کر لیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے؟ ہوسکتا ہے کہ تم نے خود ہی بنا لیا ہو۔'' اس صُورتِ حال پر حضرت موسیٰؑ نے ایک بار پھر اللہ سے رجوع کیا۔اللہ نے فرمایا ''اے موسیٰؑ! اس قوم کے منتخب افراد کو لے کر کوہِ طور پر آ جاؤ تا کہ ہم اُن کو اپنا کلام سُنا دیں اور اُنہیں یقین آ جائے۔'' حضرت موسیٰؑ نے اُن میں سے 70 سرکردہ افراد چُنے اور اُنہیں کوہِ طور پر لے گئے اور جب اپنے کانوں سے اللہ کا کلام سُن لیا، تو بولے ''جب تک ہم اللہ کو خود سے نہ دیکھ لیں، کیسے یقین کر لیں۔'' اُن کی اس ہٹ دھرمی اور سرکشی پر کوہِ طور لرز اٹھا اور اوپر سے شدید بجلی کڑکی، جس کی دہشت سے یہ سب بہ ظاہر مُردہ ہو کر گر پڑے۔حضرت موسیٰؑ نے اللہ جل شانہ سے دُعا کی، جس پر اللہ نے اُن سب کو دوبارہ کھڑا کر دیا۔پھر یہ سب گڑگڑا کر توبہ استغفار کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول کر لی۔یہ لوگ قوم کے پاس واپس آئے اور توحید اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رسالت کی گواہی دی، مگر کچھ دن ہی گزرے تھے کہ حسبِ عادت پھر شرک میں مبتلا ہو گئے۔اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سَروں پر کوہِ طور کو معلّق فرما دیا۔قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طور پہاڑ لا کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو کچھ اس میں ہے، اُسے یاد رکھو تا کہ (عذاب سے) محفوظ رہو۔''(سورۃ البقرہ:63) بنی اسرائیل اپنے سَروں پر کوہِ طور کو دیکھ کر بہت زیادہ خوف زَدہ ہو گئے کہ کہیں اس بڑے پہاڑ کے نیچے دَب کر ختم نہ ہو جائیں۔چناں چہ وہ سجدے میں گر کر توبہ استغفار کرنے لگے۔پھر حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر اللہ نے ایک بار پھر اُنہیں معاف کر دیا۔

وادیٔ تیہ میں قید کے دَوران اللہ تعالیٰ کے انعامات:-

اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰؑ کو ارضِ مقدّسہ (یعنی مُلکِ شام) جانے اور اپنے باپ، دادا کی سرزمین کافروں سے چھڑوانے کا حکم دیا۔حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔اُس وقت وہاں پر ''قومِ جبّارین'' کا قبضہ تھا۔یہ لوگ عجیب خوف ناک شکل و صورت اور ہیبت ناک قد و قامت کے مالک تھے۔اُن کے ظلم و ستم اور قہر و جبر کی داستانیں عام تھیں۔بنی اسرائیل نے جب شہر سے باہر اُن کے حالات سُنے، تو شہر میں داخل ہونے اور اُن سے جہاد کرنے سے انکار کر دیا ''وہ بولے کہ ''موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں، ہم ہرگز وہاں نہیں جائیں گے۔اگر لڑنا ہی ضروری ہے، تو آپؑ اور آپؑ کا پروردگار جا کر اُن سے لڑائی کر لیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔''(سورۃ المائدہ:، آیت نمبر24)

حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کی تمام تر نافرمانیوں اور بے ہودگیوں کو اب تک بڑے صبر و تحمّل سے برداشت کرتے چلے آئے تھے اور اُن کے لیے دُعا گو رہتے اور اللہ سے اُنہیں معافی دلوا دیتے، لیکن اُن کے اس جواب پر بے حد غمگین اور رنجیدہ ہو گئے اور اُن کے لیے بددُعا فرماتے ہوئے اُنہیں ''فاسقین'' کے نام سے پکارا۔اللہ جل شانہ نے اپنے

رسول کی دُعا قبول فرمائی اور اُنہیں مصر اور شام کے درمیان ''میدانِ تیہ'' میں قید کر دیا اور وہ چالیس سال اُس میدان میں بھٹکتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بھی اُن کے ساتھ تھے، جو اُن کی غلطیوں اور نافرمانیوں پر اللہ سے معافی طلب کرتے رہتے، جس کی برکت سے سزا کے دَوران بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں برستی رہیں۔ اُنہوں نے حضرت موسیٰؑ سے دھوپ کی شکایت کی، تو آپؑ کی دُعا سے اُن کے سَروں پر اَبر کا سایہ کر دیا گیا۔ پھر بھوک کی شکایت کی، تو حضرت موسیٰؑ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے مَن وسَلویٰ نازل فرما دیا۔ مَن ایک قسم کے دانے تھے، جو زمین میں پھیلے ہوتے تھے۔ بنی اسرائیل اُنھیں پیس کر روٹی بنا لیتے، جب کہ سَلویٰ ایک قسم کے پرندے تھے، جو دریا کی طرف سے آتے تھے۔ مدّتوں یہ لوگ مَن وسلویٰ کھاتے رہے۔ اُن کے کپڑے میلے ہوتے اور نہ ہی پھٹتے۔ جب اُن کو پانی کی حاجت ہوئی تو وہ بھی عطا کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (اُنہوں نے لاٹھی ماری)، تو اُس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر کے (پانی پی) لیا۔ (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو، مگر زمین پر فساد نہ کرتے پھرو'' (سورۃ البقرہ:، آیت نمبر 60)

بنی اسرائیل نے حسبِ عادت نعمتِ خداوندی کی ناشُکری کرتے ہوئے ادنیٰ چیزوں کی فرمائش کر دی۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰؑ! ہم سے ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو سکے گا، اس لیے اپنے ربّ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، کلڑی، گیہوں، مسور اور پیاز دے۔'' آپؑ نے فرمایا ''بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو۔'' (سورۃ البقرہ: 61) وادی تیہ میں بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ کے دو پیغمبر حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور دو نیک بندے، حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوفنا بھی تھے اور اللہ تعالیٰ اُن کے طفیل بنی اسرائیل کو چالیس سالہ قید اور سزا کے دَوران بھی اپنی نعمتوں اور انعامات سے نوازتا رہا۔

حضرت موسیٰؑ کی وفات:-

بنی اسرائیل صحرائے تیہ میں چالیس برس تک بھٹکتے رہے، اس کُھلے میدان سے نکلنے کے لیے صبح سے شام تک روز سفر کرتے، لیکن شام کو اسی جگہ موجود ہوتے، جہاں سے صبح چلے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام بھی ساتھ تھے۔ ایک دن صحرائے تیہ میں ''ہور'' نامی پہاڑ پر پہنچے، تو حضرت ہارون علیہ السّلام کا انتقال ہو گیا اور اُنہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ کی طرف بھیجا گیا، جب آپؑ کے پاس پہنچے، تو آپؑ نے اُنہیں ایک تھپڑ رسید کر دیا، تو ملک الموت واپس اپنے ربّ کے پاس پہنچے اور عرض کیا'' آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا، جو موت کا ارادہ نہیں رکھتے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' واپس جاؤ اور اُنھیں کہو کہ بیل کی پُشت پر ہاتھ رکھیں، تو اُن کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں، ہر بال کے بدلے ایک سال زندگی ملے گی۔'' تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پوچھا'' اے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟'' فرمایا'' پھر موت ہے۔'' حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا'' تو پھر اب ہی سہی'' پھر آپؑ نے دُعا فرمائی'' اے اللہ! اس آخری وقت میں مجھے ارضِ مقدّس کے قریب کر دے۔'' اللہ نے آپؑ کی دُعا قبول فرمائی، فرشتے نے اُنھیں ایک عمدہ خوش بُو سنگھائی اور روح قبض کر لی۔ فرشتوں نے آپؑ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور دفن کیا۔ اس طرح 120 برس کی عُمر میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا بھی انتقال ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے سب لوگ بھی مر کھپ گئے۔

بنی اسرائیل کی اولاد اور حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام اور حضرت کالب علیہ السّلام باقی بچ گئے۔ چالیس برس کی مدّت پوری ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام کی قیادت میں بنی اسرائیل شام اور بیت المقدس میں داخل ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت الیاس علیہ السلام

یہ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ سورہ الصفٰت ،آیت نمبر 123تا132میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے قصّہ کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ:

ترجمہ: "اور بے شک الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا بعل (بت کا نام) کو پوجتے ہو؟ اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔ پھر انہوں نے جھٹلایا، تو وہ ضرور پکڑے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔سلام ہو الیاس پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے''۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کو بعلبک جو کہ دمشق کے مغربی جانب ایک شہر ہے، اس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔وہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پوجا کرنے لگے تھے۔روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے بعد بنی اسرائیل کے بعض علماء لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت دیا کرتے تھے،لیکن لوگوں پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا۔رفتہ رفتہ بت پرستی اور زنا کاری ان کا شیوہ بن گئی، بہت کم لوگ دینِ موسیٰؑ پر کاربند رہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کو ان پر مبعوث فرمایا۔

اس زمانے میں ایک بادشاہ ملک شام میں تھا،اس نے ایک بت تراش کر اس کا نام بعل رکھا، وہ لوگوں کو بعل بت کو پوجنے کی دعوت دیتا تھا۔رفتہ رفتہ بے شمار لوگ بت پرست ہو گئے۔حضرت الیاسؑ ان لوگوں کو بعل بت کو پوجنے سے منع فرمایا کرتے تھے،لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوتا۔حضرت الیاسؑ مسلسل لوگوں کو اس بت کی پوجا کرنے سے روکتے رہے،لیکن بت پرستوں نے حضرت الیاسؑ کی بات نہ مانی اور ان کی تکذیب کی (جھٹلایا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورہ الصافات، آیت نمبر 127)

ترجمہ: ''پس جھٹلایا اس کو پس وہ ضرور (عذاب میں) حاضر کئے جائیں گے"۔(قیامت کے دن)

ابو یعقوب ازرعیؒ یزید بن عبدالصمدؒ سے اور وہ ہشام بن عمارؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص سے سنا جس نے کعب احبارؓ سے ذکر کیا۔وہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت الیاسؑ اپنی قوم کے بادشاہ سے چھپ کر ایک غار میں جا بسے، اور دس سال تک وہیں اسی غار میں رہے''۔

ابن ابی الدنیاؒ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبداللہ عزیز نے دمشق کے کسی شیخ سے حدیث بیان کی ہے "حضرت الیاسؑ اپنی قوم سے بھاگ کر ایک پہاڑ کی غار میں بیس یا چالیس راتیں چھپے رہے،کوّے آپ کا رزق آپ تک پہنچاتے تھے''۔ان کی قوم کے لوگ بعل بت کی پوجا سے باز نہ آئے اور پھر جب یہ لوگ نہ مانے تو حضرت الیاسؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ "یہ سب کے سب نافرمان ہیں ان پر قحط نازل فرما"،جس کے نتیجے میں تین برس تک آسمان سے پانی نہ برسا، آدمی اور جانور سب مرنے لگے ،معاً کچھ لوگوں کو خیال آیا یہ قحط سالی الیاسؑ کی وجہ سے ہے یہ حضرت الیاسؑ نے بد دعا دی ہے۔ان کو ڈھونڈو جہاں بھی ملیں مار ڈالو۔حضرت الیاسؑ کو جب ان کے ارادے کا علم ہوا تو یہ ایک بڑھیا جو ان کی معتقد تھی اس کے گھر چلے گئے۔اس بڑھیا کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اس نے اپنا یہ بیٹا حضرت الیاسؑ کو دے دیا تھا۔اس کا نام الیسع تھا، آپ الیسع کو لے کر جگہ جگہ پھرتے رہے شہر شہر گئے، پھر کچھ لوگ حضرت الیاسؑ کے پاس آئے اور کہا کہ "ہم نے اپنے بتوں سے پانی بہت مانگا لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔اب آپ ہمارے لئے اپنے رب سے پانی کی دعا کیجئے اگر یہ قحط ختم ہو گیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے"۔حضرت الیاسؑ نے دعا کی اور پانی خوب برسا گھاس اور ترکاری پیدا ہوئی۔جب حضرت الیاسؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سے قحط ختم کر دیا، تو یہ لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے بلکہ اپنے بعل ہی کی پوجا کرتے رہے۔حضرت الیاسؑ ان سے مایوس ہو گئے تو الیسع کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنایا اور اس قوم کو چھوڑ کر کہیں نکل گئے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی تا دم صور دے دی، اور ان کو بحر و بر میں رہنے کا حکم دیا۔اس طرح حضرت الیاسؑ زندہ نبی قیامت تک کے لئے ہیں "۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے "حضرت الیاسؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یسعؑ کو منصب نبوت دیا، آپ نے دعوت تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، حضرت الیاسؑ کے جانے کے بعد الیسعؑ نے قوم کو بہت سمجھایا، آپ حضرت الیاسؑ کی شریعت پر کاربند رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔لیکن کچھ نہ ہوا اور یہ پوری کی پوری قوم مردود ہی رہی"۔اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں انبیاء کرام کے ذکر خیر کے ساتھ یسعؑ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے: (سورہ انعام، آیت نمبر 86)

ترجمہ: "اسماعیلؑ اور یسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو ہم نے اس وقت میں سب پر فضیلت دی''۔

ایک قول کے مطابق حضرت یسعؑ حضرت الیاسؑ کے چچا زاد بھائی تھے اور جب حضرت الیاسؑ پہاڑ کی غار میں چھپے تھے تو حضرت یسعؑ بھی ان کے ساتھ ہی تھے، پھر حضرت الیاسؑ نے حضرت یسعؑ کو اپنا قائم مقام بنایا- اس طرح آپ کے بعد حضرت یسعؑ اس قوم کے نبی بنے تھے۔انہوں نے اپنی قوم کو دعوت تبلیغ دی لیکن فائدہ بہت کم ہی ہوا، حضرت الیاسؑ کے کچھ عرصے بعد حضرت یسعؑ کا بھی انتقال ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عمران دو ہیں (1) عمران بن نصیر بن لاوی بن یعقوب (یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں) (2) دوسرے عمران بن ماثان حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کے والد ہیں، دونوں کی عمروں میں ایک ہزار آٹھ سو سال کا فرق ہے۔

یہاں ہم دوسرے عمران یعنی حضرت مریم علیہ السلام کے والد کا ذکر کر رہے ہیں۔ان کی بیوی کا نام حنا تھا۔یہ حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ایک دن حنا نے ایک درخت کے سائے میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنی بچوں کو دانہ کھلا رہی تھی۔یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی کہ "یا اللہ !اگر مجھے بچہ دے تو مَیں اسے بیت المقدس کا خادم بنادوں گی اور بیت المقدس کی خدمت کے لیے حاضر کردوں گی"۔پھر وہ حاملہ ہوگئیں تو یہ بات اپنے شوہر کو بتائی کہ یہ نذر مَیں نے مان لی ہے۔وہ پریشان ہوئے کہ اگر لڑکی ہوگی تو اس قابل کہاں ہوگی کہ بیت المقدس کے لیے دے دی جائے؟، کیونکہ اس زمانے میں صرف لڑکوں کو بیت المقدس کے لیے دے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارض نسائی اور زنانہ کمزوریوں کی وجہ سے اس قابل نہ سمجھی جاتیں تھیں۔اس لیے حضرت مریم علیہ السلام کے والد عمران کو شدید فکر لاحق ہوئی لیکن حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ان کا انتقال ہوگیا۔حنا کے ہاں جب لڑکی پیدا ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوگئیں کہ یہ تو میرے گھر لڑکی پیدا ہوگئی ہے اِس کو مَیں نذر میں کیسے دوں گی کیونکہ لڑکی تو لڑکے کی طرح بیت المقدس کی خدمت نہ کر سکے گی۔یہ لڑکی حضرت مریم علیہ السلام تھیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے افضل اور اجمل تھیں۔(مریم کے معنی عابدہ کے ہیں) اپنی نذر کے مطابق حنا نے بچی کی ولادت کے بعد بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر احبار (عالم، درویش، راہب) کے سامنے رکھ دیا۔یہ احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضرت زکریاء بھی ان میں شامل تھے اور اُن سب کی تعداد 27 تھی۔اور سب نے حضرت مریم علیہ السلام کو لینے اور کفالت کرنے کی خواہش کی۔حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا "مَیں تم سب سے زیادہ حضرت مریم علیہ السلام کا حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر اس کی خالہ ہے"۔معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈال دیا جائے، قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا۔

حضرت مریم علیہ السلام ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا ایک عام بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے۔اس لیے حضرت مریم علیہ السلام نے کسی عورت کا دُودھ نہ پیا بلکہ ان کے لیے جنت سے میوے اُترتے تھے۔پہلے دن کی بچی کو بیت المقدس چھوڑ دیا گیا اور اللہ نے ان کے کھانے کا بندوبست کر دیا تھا۔جنت سے میوے اُترتے تھے اور وہ کھالیتیں تھیں۔حضرت مریم علیہ السلام نے چھوٹی عمر میں ہی کلام کرنا شروع کر دیا تھا۔حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم علیہ السلام کے پاس جاتے ، ہمیشہ نیا پھل (رزق) پاتے۔حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک دن مریم علیہ السلام سے پوچھا کہ اے مریم یہ پھل اور میوے تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ وہ بولی "اللہ کے پاس سے، بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی رزق دے"۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 37)

حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں بھی اولاد نہ تھی، حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ جو ذاتِ پاک مریم علیہ السلام کو بے وقت، بے فصل اور بغیر کسی سبب کے میوہ عطا کرسکتی ہے تو وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو تندرستی دے اور اس بڑھاپے کی زندگی میں جبکہ میری تمام اُمیدیں منقطع ہوگئیں ہیں مجھے فرزند عطا کریں۔حضرت زکریا علیہ السلام نے اسی جگہ پر کھڑے ہوکر جہاں جنت کے میوے اور پھل آیا کرتے تھے، یعنی محرابِ مسجد کے پاس دُعا کی۔

"اے میرے پروردگار تُو مجھے اپنے پاس سے ستھری اُولاد دے، بے شک تُو دُعا سُننے والا ہے"۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 38)

اُنہوں نے محرابِ مُقدس کے دروازے میں منہ کر کے یہ دُعا کی۔حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت احبار میں سے سب سے بڑے عالم تھے۔بارگاہِ الٰہی میں قربانیاں آپ ہی پیش کیا کرتے تھے۔اور مسجد شریف میں بغیر آپ کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔آپ مسجد میں دُعا میں مشغول تھے اور باہر آدمی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت مانگ رہے تھے۔کہ اچانک آپ نے ایک سفید پوش جوان دیکھا۔یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اُنہوں نے آپ کو فرزند کی بشارت دی اور فرمایا کہ "بے شک اللہ آپ کو یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے، جو اللہ کی طرف سے ایک کلمے کی تصدیق کرے گا، سردار ہوگا، عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور اور ہمارے خاصوں میں سے ہوگا"۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 39)

کلمے کی تصدیق سے مُراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں۔جو "کُن" سے پیدا ہوئے۔اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں صرف چھ ماہ بڑے تھے۔حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اس وقت 120 برس تھی۔اس لیے اُنہوں نے تعجب سے کہا کہ "میرا بیٹا کیسے ہو گا؟ مَیں بوڑھا اور میری عورت بانجھ" (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 40) یعنی تعجب اس انداز میں تھا کہ آیا میری جوانی لوٹا دی جائے گی یا میری بیوی کا بانجھ پن دُور کیا جائے

گا۔ یا ہم دونوں اسی حال میں رہیں گے۔فرمایا: ترجمہ: "اللہ یونہی کرتا ہے جو چاہے"(سورۃ العمران آیت 40) یعنی اس بڑھاپے میں فرزند عطا فرمانا اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے باری تعالیٰ میرے لیے نشانی کردے تا کہ اگر ایسا ہو تو مَیں تیری زیادہ حمد و ثنا اور تیرا شُکر بجالاؤں"۔یعنی مجھے میری بیوی کی حمل کا وقت معلوم ہو جائے، فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تُو تین دن لوگوں سے بات نہ کرسکے گا، مگر اشارے سے بات کرے گا"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین دن تک بند رہی۔تسبیح وذکر پر آپ علیہ السلام قادر رہے۔یہ ایک عظیم معجزہ تھا۔زبان سے تسبیح وذکر کی ادائیگی ہوتی رہی مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ ہو سکے اور یہ علامت اس لیے دی گئی کہ اس نعمت عظیم کے ادائے حق میں زبان ذکر و شُکر کے سوا کسی بات پر مجبور نہ ہو۔اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔پھر فرشتے نے مریم علیہ السلام سے کہا" اے مریم علیہ السلام اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے کلمے کی (یعنی ایک فرزند کی) جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا دنیا وآخرت میں۔صاحبِ جاہ ہوگا۔اور بارگاہِ الٰہی میں قُرب والا ہوگا، لوگوں سے پالنے (جھولے) میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا"۔(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 46-45)

حضرت مریم علیہ السلام نے جواب دیا کہ "اے میرے رب میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا، مجھے تو کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا"۔ فرشتے نے کہا"اللہ جس کو چاہے یونہی پیدا فرمادیتا ہے وہ جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو اس سے ہی کہتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ فوراً ہوجاتا ہے"-(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 47) پھر فرمایا کہ "اللہ اس کو کتاب و حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا"(سورۃ آل عمران آیت 48)"اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (وہ کہے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کردیتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتادیتا ہوں اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے، اگر تم ایمان لانے والے ہو۔اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں، اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔یقین مانو! میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے، تم سب اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے"۔(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 51-49)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُنہوں نے پالنے میں ہی اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور باتیں کرنے لگے۔ذرا بڑے ہوئے تو معجزے دکھانے شروع کر دیئے، لوگوں نے درخواست کی کہ بغیر پَر کے پرندہ پیدا کریں اور اسمیں پھونک مار کر اُڑا دیں، آپ علیہ السلام نے چمگادڑ مٹی سے بنائی پھر اس میں اللہ کے حکم سے پھونک ماردی تو وہ اُڑنے لگی۔ چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اُڑنے والے پرندوں میں بہت عجیب تر اور اکمل تر ہے۔اور قدرت پر دلالت کرتی ہے۔کیونکہ وہ بغیر پروں کے اُڑتی ہے، دانت رکھتی ہے، اس کی مادہ کی چھاتی ہوتی ہے اور وہ بچہ پیدا کرتی ہے، اور ہنستی ہے باقی اُڑنے والے پرندوں میں یہ خصوصیت نہیں ہوتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب اپنے عروج پر تھی لیکن کچھ مرض ایسے تھے کہ طبیب ان کا علاج کرنے سے قاصر تھے ان میں برص اور کوڑھ خاص طور پر ایسے تھے کہ اس زمانے کے حکیم ان کا علاج کرنے سے قاصر تھے۔اس لیے لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے ایسے معجزے دکھائے گئے تا کہ معلوم ہو کہ طب کے طریقے سے جس کا علاج ناممکن تھا اس کو تندرست کردینا یقیناً معجزہ اور نبی علیہ السلام کے صدقِ نبوت کی دلیل ہے۔

واہبؒ کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہوتا تھا، جو چل سکتا تھا حاضرِ خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی تھی اس کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تشریف لے جاتے تھے۔اپنے پر ایمان لانے کی شرط رکھتے اور دُعا فرما کر تندرست کردیتے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے **4** شخصوں کو زندہ کیا۔

(1) ایک آذر جو کہ آپ کے ساتھ اخلاص (محبت) رکھتا تھا، جب اس کی حالت نازک ہوگئی تو اس کی بہن نے آپ علیہ السلام کو اطلاع دی، لیکن وہ آپ علیہ السلام سے ایک ہفتہ کی مسافت پر تھا، چنانچہ جب آپ علیہ السلام وہاں پہنچے تو وہ انتقال کر چُکا تھا اور انتقال کو تین دن ہوگئے تھے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو، اِس کی بہن آپ علیہ السلام کو آذر کی قبر پر لے گئی، آذر کی قبر پر جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرمائی اور آذر اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا اور مدت تک زندہ رہا، اس نے شادی کی اور اس کی اولاد ہوئی۔

(2) **دوسرا** ایک بڑھیا کا لڑکا تھا جس کا جنازہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جارہا تھا، آپ علیہ السلام نے اس کے لیے دُعا فرمائی کہ وہ زندہ ہوگیا اور نعش

برداروں کے کندھوں سے اُتر آیا اور کپڑے پہنے، زندہ رہا، شادی کی اور اولاد ہوئی۔

(3) **تیسری** ایک لڑکی تھی۔ جو شام کو مَری، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے دُعا کی اور وہ زندہ ہو گئی۔

(4) **چوتھا** سام ابن نوح تھا۔ جن کی وفات کو ہزاروں سال گُزر گئے تھے لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں زندہ کر کے دکھائیں۔ آپ علیہ السلام لوگوں کی نشاندہی پر قبر پر پہنچے، سام نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ "اجب روح اللہ" سُنتے ہی وہ مرعوب اور خوف زدہ اُٹھ کھڑے ہوئے، اُنہیں گمان ہوا کہ قیامت ہو گئی ہے، اس خوف سے ان کا نصف سر سفید ہو گیا، پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دُعا کی کہ انہیں پھر سے یعنی دوبارہ سکراتِ موت کی تکلیف نہ ہو، بغیر تکلیف کے انہیں لوٹایا جائے، چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مُردوں کو زندہ کرتے تھے تو فرماتے تھے ("قُمْ بِإِذْنِ الله" یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اور باذن اللہ فرمانے میں نصاریٰ کا رَد ہے۔ جو حضرت مسیح کے الوہت کے قائل ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کو اچھا کیا، مُردوں کو زندہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا یہ تو جادو ہے آپ علیہ السلام کوئی معجزہ دکھائیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اچھا جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کرتے ہو وہ تمہیں بتا دیتا ہوں" اِس سے ثابت ہوا کہ غیب کے علوم انبیاء علیہ السلام کے معجزے ہوتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپ علیہ السلام لوگوں کو بتا دیتے جو وہ کھا چکے ہیں اور جو وہ کھائیں گے اور جو انہوں نے اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہے، آپ علیہ السلام کے پاس بچے بہت جمع ہو جاتے تھے، آپ علیہ السلام انہیں بتا دیتے تھے کہ تمہارے گھر میں کیا کیا چیزیں تیار ہیں۔ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے اور تمہارے لیے فلاں چیز رکھی ہے، بچے جا کر اپنے گھر والوں سے کہتے، گھر والے پوچھتے کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو وہ بتاتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا ہے۔ لوگوں نے بچوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے سے روک دیا کہ وہ جادو گر ہے، ان کے پاس نہیں بیٹھنا۔ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو ڈھونڈنے لگے، لوگوں کو معلوم ہو گیا، اُنہوں نے تمام بچوں کو ایک گھر میں بند کر دیا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے بچوں کی بابت معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ بچے کہاں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مکان کو کیوں بند کر رکھا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس میں سور بند ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو گا، اب جو دروازہ کھولا تو سب سُور ہی سُور تھے۔ الغرض غیب کی خبریں دینا انبیاء علیہ السلام کا معجزہ تھا اور انبیاء علیہ السلام کی وساطت کے بغیر کوئی بشر غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا، لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے معجزے کو دیکھا اور جان گئے کہ آپ علیہ السلام ہی حضرت مسیح ہیں جو آ کر ان کی شریعت کو منسوخ کر دیں گے اور نیا دین دیں گے، اس لیے ان کو پہچاننے سے انکار کر دیا اور بہت کم لوگوں نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دیا اور جن لوگوں نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دیا وہ حواری کہلائے، حواری وہ مخلص ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر **اوّل مرتبہ ایمان لے آئے تھے**۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ ویسے کل حواری جنہوں نے آپ علیہ السلام کی دین کے کاموں میں مدد کی وہ 27 تھے۔

جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ "اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پوری عمر پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا۔ اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا اور تیرے پیروکاروں کو قیامت تک منکروں پر غلبہ دوں گا۔ پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو مَیں تم میں جھگڑے والی بات میں فیصلہ کروا دوں گا۔ جو کافر ہیں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور انکا کوئی مددگار نہ ہو گا اور جو ایمان لائے اور نیک کام (عمل) کرے اللہ ان کو پورا پورا اجر دے گے، اور ظالم اللہ کو نہیں بھاتے" (سورۃ آلِ عمران)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی دعوتِ حق سے نہ رُکے تو کفار اور بنی اسرائیل (یہود) آپ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ باقاعدہ قتل کا منصوبہ بنایا، ایک شخص اندر داخل ہوا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور باقی باہر رہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے فریب کا یہ بدلہ دیا کہ جیسے ہی وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے لے لیے اندر آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا۔ اور قتل کرنے کے لیے آنے والے کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کر دی۔ تھوڑی دیر میں باہر کھڑے یہود اندر آئے اور انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا، قتل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے ساتھی کو تلاش کیا وہ نہ ملا، کچھ لوگوں نے اس شخص کے جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ شخص ہے۔ جب یہ لوگ اس شخص کی شکل کو دیکھتے تو کہتے کہ نہیں یہ وہ شخص نہیں ہے اور جب صرف جسم کی طرف دیکھتے تو کہتے کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کو ان لوگوں کے لیے معمہ بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام 33 برس دنیا میں رہے اور اس عرصے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام برابر ان کے پاس آتے رہے۔ اب قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام دوبارہ اس زمین پر آئیں گے، قیامت سے پہلے ایسے بڑے بڑے واقعات ہوں گے، لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا ان واقعات کے بارے میں تمہارے نبی علیہ السلام نے کچھ کہا ہے؟ 30 بڑے کذاب (نبوت کے جھوٹے دعویدار) ظاہر ہوں گے، آخری کذاب کا نام "دجال" ہوگا۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام تک ایک جماعت حق کے لیے لڑتی رہے گی۔ یہ جماعت اپنے مخالفین کی پرواہ نہیں کرے گی۔

اس کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا، ظہور کا مطلب پیدائش نہیں ہے، جب وہ اپنے مرتبے کے شایانِ شان کام کریں گے تب لوگوں کو ان کے بارے میں معلوم ہو جائے گا، یہ مسلمانوں کے آخری امام ہوں گے، ان کا شجرہ نسب نامعلوم ہوگا، ان کا اتنا تصرف ہوگا کہ ان کے ایک اشارے پر دنیاوی ٹیکنالوجی ناکارہ ہو جائے گی۔ امام مہدی کا نزول خراساں کے علاقے میں ہوگا۔ اور فتح یاب ہو کر ان کے حکمرانوں کو طوق وسلاسل میں جکڑے گا۔ یہ لشکر واپس ہوگا تو شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو پائے گا، مدینے سے مسلمانوں کا ایک لشکر آمنے سامنے ہوگا، جو اس زمانے کے بہترین لشکروں میں سے ایک ہوگا۔ جب یہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوں گے تو رومی اپنے قیدی واپس مانگے گے، مسلمان انکار کریں گے، جنگ ہوگی اور جنگ میں ایک تہائی مسلمان فرار ہو جائیں گے جن کی توبہ اللہ قبول نہ کرے گا، ایک تہائی شہید ہو جائیں گے جو افضل الشہداء ہوں گے اور باقی ایک تہائی مسلمان فتح یاب ہونگے، جو آئندہ ہر قسم کے فتنے سے محفوظ ہوں گے۔

جب یہ لوگ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہوں گے تو خروجِ دجال کی جھوٹی خبر مشہور ہو جائے گی۔ جسے سُنتے ہیں یہ لشکر وہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ اور یہ لشکر جب شام پہنچے گا تو دجال واقعی نکل آئے گا۔ خروج دجال کے وقت اچھے لوگ کم ہوں گے دین میں کمزوری آچکی ہوگی۔ علم رخصت ہو رہا ہوگا۔ عرب اس زمانے میں کم ہوں گے، دجال کے اکثر پیروکار عورتیں اور یہودی ہوں گے۔ یہودیوں کی تعداد ستر ہزار ہوگی، جو تلواروں سے مسلح ہوں گے، یہودیوں نے قیمتی لباس پہنے ہوں گے۔ دجال شام اور عراق کے درمیان نکلے گا اور اصفہان کے ایک مقام یہودیا میں نمودار ہوگا۔ دجال جوان ہوگا اور عبدالعزیر بن قطن سے مشابہ ہوگا۔ رنگ گندمی، بال پیچیدہ اور دونوں آنکھیں پیچ دار ہوں گی۔ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ ایک آنکھ میں موٹی پھلی ہوں گی۔ پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ جسے مومن پڑھ سکے گا۔ خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ، وہ گدھے پر سوار ہوگا، دجال کی رفتار بادل اور ہوا کی طرح تیز ہوگی۔ تیزی سے پوری دنیا میں پھر جائے گا۔ ہر طرف فساد پھیلائے گا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں داخل نہ ہو سکے گا، وہ مدینے سے باہر غلبہ حاصل کرے گا۔ اس زمانے میں مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے اور ہر منافق مدینے سے باہر آ کر اس سے مل جائے گا۔

دجال پہلے نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا، اس کے پاس غذا کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا، زمین کے پوشیدہ خزانوں کا پتہ دے گا اور وہ خزانے اسکے ساتھ چلنے لگیں گے۔ مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرے گا، اللہ اس کے ساتھ شیاطین بھیجے گا جو لوگوں سے باتیں کریں گے۔ دجال کے ساتھ فرشتے نبیوں کی شکل میں ہوں گے، جو اس کی تکذیب لوگوں کی آزمائش کے لیے اس طرح کریں گے کہ وہ سُننے والوں کو تصدیق کرتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ ان دو فرشتوں میں سے ایک دجال کے دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف، یہ سب کچھ لوگوں کی آزمائش کے لیے ہوگا۔ چنانچہ دجال پوچھے گا " کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں زندہ نہیں کرتا ہوں؟ اور مارتا نہیں ہوں "؟ ایک فرشتہ جواب دے گا " تُو نے جھوٹ بولا ہے " مگر یہ جواب سوائے اس کے ساتھی فرشتے کے کوئی آدمی نہ سُن سکے گا اور ساتھ والا فرشتہ پہلے فرشتے سے کہے گا " تُو نے سچ کہا ہے " یہ جواب سب سن لیں گے پھر یہ لوگ دجال کی پیروی کریں گے۔ کافر ہو جائیں گے، جو اس کی پیروی کریں گے خوب پھلیں پھولیں گے اور جو نہ مانیں گے وہ مصیبت اور مشقت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اس کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ دجال کے ساتھ نہروں اور وادیوں کی صورت میں ایک جنت اور ایک دوزخ ہوگی۔ لیکن درحقیقت میں جنت آگ ہوگی اور آگ جنت ہوگی۔ جو شخص اس کی آگ میں گرے گا اس کا اجر وثواب یقینی ہے اور گناہ معاف ہو جائیں گے جو شخص دجال پر سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات اور آخری دس آیت پڑھ لے گا وہ اس کے فتنے سے محفوظ رہے گا کہ اگر چہ دجال اسے اپنی آگ میں کیوں نہ ڈال دے، وہ بھی اس پر ٹھنڈی ہو جائے گی۔ دجال تلوار سے ایک مومن نوجوان کے دو ٹکڑے کر کے آگ میں ڈالے گا، پھر اس کو آواز دے گا تو (اللہ کے حکم سے) وہ زندہ ہو جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا " تیرا رب کون ہے "؟ وہ جواب دے گا " میرا رب تو اللہ ہے اور تُو اللہ کا دشمن دجال ہے " مجھے آج پہلے سے زیادہ تیرے دجال ہونے کا یقین ہو گیا ہے "، دجال اس کو قتل کر دے گا۔

دجال کا فتنہ چار دن کا ہوگا۔ جس میں ایک دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک ماہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور چوتھا دن عام دنوں کی مانند ہوگا اس زمانے میں مسلمانوں کے تین شہر ہوں گے، ان میں سے ایک تو سمندر کے سنگم پر ہوگا، دوسرا مقام عیرہ پر اور تیسرا شہر شام میں، وہ (دجال) مشرق کے لوگوں کو شکست دے گا اور اس شہر میں سب سے پہلے آئے گا، جو سمندر کے سنگم پر ہے، شہر کے لوگ تین گروہوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ وہیں رہ جائے گا اور

دجال کی پیروی کرے گا، ایک دیہات میں چلا جائے گا اور ایک گروہ اپنے قریب والے شہر میں منتقل ہو جائے گا۔

پھر دجال اس قریب والے شہر میں آئے گا، اس طرح یہاں بھی لوگوں کے تین گروہ ہو جائیں گے اور تیسرا گروہ اس قریب والے شہر میں منتقل ہو جائے گا۔ جو شام کے مغربی حصے میں ہوگا، یہاں تک کہ مومن اُردن اور بیت المقدس میں جمع ہو جائیں گے۔ پھر دجال شام میں پہنچ جائے گا اور مسلمان (افیق) نامی گھاٹی کی طرف سمٹ جائیں گے۔ یہاں سے وہ اپنے مویشی چرانے کے لیے بھیج دیں گے جو سب ہلاک ہو جائیں گے، بلآخر مسلمان (بیت المقدس) کے پہاڑ پر محصور ہو جائیں گے، جس کا نام جبل الدخان ہے، دجال پہاڑ کے دامن پر پڑاؤ ڈال کر مسلمانوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کرے گا اور یہ محاصرہ سخت ترین ہوگا، جس کے باعث مسلمان فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے، حتیٰ کہ لوگ اپنی کمان کی تانت نکال کر کھائیں گے۔

جب محاصرہ طول پکڑے گا تو مسلمانوں کا امیر (امام مہدی) ان سے کہے گا کہ "اب کس کا انتظار ہے "اس سرکش سے جنگ کرو، تاکہ شہادت یا فتح میں سے ایک چیز حاصل ہو جائے، چنانچہ یہ سب لوگ پختہ ارادہ کریں گے کہ صبح نمازِ فجر کے بعد جنگ کریں گے، وہ رات سخت تاریک ہوگی، لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے، کہ صبح کی تاریکی میں اچانک کسی کی آواز سُنائی دے گی۔ "تمہارا فریادرس آ پہنچا"۔ ان لوگوں کو حیرت ہوگی اور ان میں سے ہر ایک تعجب سے کہے گا کہ "یہ تو کسی شکم سیر کی آواز ہے" غرض نمازِ فجر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں، نزول کے وقت وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کی مشرقی سمت میں یا (بیت المقدس) میں امام مہدی کے پاس ہوگا، اس وقت امام مہدی نمازِ فجر پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں گے اور نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی، حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر پیچھے ہٹیں گے، مگر وہ انکار کر دیں گے اور آپ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ "تم ہی نماز پڑھاؤ" کیونکہ اس نماز کی اقامت تمہارے لیے کہی جا چکی ہے، چنانچہ اس وقت کی نماز امام مہدی ہی پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے، نماز سے فارغ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولیں گے، جس کے پیچھے دجال اور ستر ہزار یہودی ہوں گے، آپ علیہ السلام ہاتھ کے اشارے سے کہیں گے کہ ہٹ جاؤ۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی ایسے گھلنے لگے گا، جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے اور جیسے راکھ اور چربی گھلتی ہے، اس وقت جس کافر پر آپ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے گی وہ مرجائے گا اور جہاں تک آپ علیہ السلام کی نظر جائے گی وہاں تک آپ علیہ السلام کی سانس پہنچے گی۔ مسلمان پہاڑ سے اُتر کر دجال کے لشکر پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہود پر رعب چھا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک یہ ڈیل ڈول والا یہودی تلوار تک نہ اُٹھا سکے گا۔ غرض جنگ ہوگی دجال بھاگ کھڑا ہوگا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور فرمائیں گے کہ میری ایک ضرب تیرا مقدر بن چکی ہے جس سے تُو نہ بچ سکے گا، اس وقت آپ علیہ السلام کے پاس دو نرم تلواریں ایک حربہ ہوگا، جس سے آپ علیہ السلام دجال کو "باب لُد" پر قتل کریں گے۔ حربہ اسکے سینے میں لگے گا۔ اس کا خون جو آپ علیہ السلام کے حربہ پر ہو گا۔ بلآخر یہودیوں کو مسلمان چُن چُن کر قتل کریں گے۔ کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ درخت اور پہاڑ بھی بول اُٹھیں گے، کہ یہ ہمارے پیچھے کافر یا یہودی چھپا ہے اسے بھی قتل کر دو۔ آپؑ شریعت اسلامی قبول کریں گے۔

باقی ماندہ تمام اہلِ کتاب آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور پھر آپ علیہ السلام کی خدمت میں اطراف و کناف کے لوگ جو دجال کے فتنے سے بچے ہوئے تھے، حاضر ہوں گے اور آپ علیہ السلام ان کو جنت میں عظیم درجات کی خوشخبری دے کر تسلی دیں گے، پھر وہ واپس چلے جائیں گے، مسلمانوں کی ایک جماعت آپ علیہ السلام کی خدمت اور صحبت میں رہے گی۔

پھر رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے روضہِ اقدس پر حاضری دے کر آپ خاتم النبیین ﷺ کو سلام کہیں گے اور آپ خاتم النبیین ﷺ ان کے سلام کا جواب دیں گے۔ لوگ امن و چین کی زندگی بسر کریں گے کہ یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ جائے گی۔ اور یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے، اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے حکم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہِ طور کی طرف جمع کر لیں، کیونکہ یاجوج ماجوج کا مقابلہ کسی کے بس کا نہ ہوگا وہ اتنی بڑی تعداد میں نکلیں گے کہ یہ بلندی سے پھیلتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ وہ شہروں کو روند ڈالیں گے، زمین میں تباہی مچا دیں گے، جس پانی سے گزریں گے اسے پی کر ختم کر دیں گے۔

لوگوں کی شکایت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یاجوج ماجوج کے لیے بددُعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا اور حلق میں ایک پھوڑا نکال دیں گے۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیچے اُتریں گے تو پوری زمین یاجوج ماجوج کی بدبو سے بھری ہوئی ہوگی، جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی، اور آپ علیہ السلام دُعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا چلائے گا اور لمبی گردنوں والے بڑے بڑے پرندے بھیج دے گا، جو ان لاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں یا جہاں

اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو زمین کو دھو کر آئینے کی طرح صاف کردے گی اور زمین اپنی اصلی حالت میں ثمرات و برکات سے بھر جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکات:۔ دنیا میں آپ علیہ السلام کا نزول امام عادل کی حیثیت سے ہوگا۔ اس اُمت میں آپ علیہ السلام خلیفہ ہوں گے، چنانچہ قرآن و حدیث کی روشنی میں خود عمل کریں گے اور لوگوں کو ہدایت دیں گے، لوگوں پر امامت کریں گے، آپ علیہ السلام کا نزول اس اُمت کی آخری مدت میں ہوگا۔ اور نزول کے 40 سال قیام کریں گے، اسلام کے دَورِ اوّل کے بعد یہ بہترین دَور ہوگا۔

آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کو اللہ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا، اور جو لوگ اپنا دین بچانے کے لیے آپ سے جاملیں گے، وہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب بندے ہوں گے، اسلام کے سوا کوئی دین نہیں رہے گا، کوئی کافر نہیں رہے گا جہاد موقوف ہوگا، نہ خراج وصول کیا جائے گا نہ جزیہ۔ مال وزر اتنا عام ہو جائے گا کہ کوئی مال قبول نہ کرے گا، زکواۃ اور صدقات ختم ہو جائیں گے، لوگ ایک سجدہ کرنا دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھیں گے، ہر قسم کی دینی اور دنیاوی برکات ظاہر ہوں گی، دنیا امن سے بھر جائے گی، کسی کے درمیان عداوت نہ رہے گی، سب کے دلوں سے حسد کینہ، بغض نکل جائے گا، 30 سال تک نہ کوئی کافر ہوگا نہ بیمار، نہ ہی کوئی مرے گا۔ زہر یلے جانوروں کا زہر نکال لیا جائے گا، سانپ بچھو کسی کو ایضا نہ دیں گے، بچے سانپ کے ساتھ کھیلیں گے یہاں تک کہ بچہ اگر سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالے گا تو سانپ نقصان نہیں پہنچائے گا، کوئی لڑکی شیر کا جبڑا کھول کر دیکھے گی تو شیر کچھ نہیں کہے گا، بھیڑ بکریاں ساتھ اس طرح رہیں گی جیسے کُتا ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے، زمین کی پیداواری صلاحیت بڑھ جائے گی، حتیٰ کہ بیج کو ٹھوس زمین میں بویا جائے گا تو وہ اُگ آئے گا، ہل چلائے بغیر گندم پیدا ہوگی، ایک انار اتنا برا ہوگا کہ اسے کھانے والی ایک بڑی جماعت ہو گی، اور اس کے چھلکے کے نیچے لوگ سایہ حاصل کریں گے، دُودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دُودھ پورے قافلے کو کافی ہوگا، ایک گائے پورے قبیلے کو اور ایک بکری پوری برادری کو کافی ہوگی۔

غرض نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بڑی خوشگوار زندگی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد زمین پر نکاح کریں گے، اور آپ علیہ السلام کی اولاد ہوگی، نکاح کے بعد آپ علیہ السلام کا قیام 19 برس ہوگا، پھر ان کا انتقال ہوگا، اور مسلمان نمازِ جنازہ پڑھ کر آپ علیہ السلام کو دفن کر دیں گے، لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبیلہ تیم کا ایک شخص کو جس کا نام مقعد ہوگا اس کو خلیفہ مقرر کریں گے اور پھر اس کا انتقال ہو جائے گا، اس کے بعد قیامت کی نشانیاں جلدی جلدی ظاہر ہوں گی۔

قیامت کی نشانیاں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد)

(1) زمین میں دھنس جانے کے تین واقعات ہوں گے، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، اور ایک جزیرہ عرب میں۔

(2) ایک خاص دھواں ظاہر ہوگا، جو لوگوں پر چھا جائے گا، اس سے مومنین کو زکام ہوگا۔

(3) ایک روز سورج مغرب سے طلوع ہوگا، جسے دیکھتے ہی تمام کافر ایمان لے آئیں گے۔ مگر اب ایمان لانا قبول نہ ہوگا، کیونکہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(4) دابتہ الارض ایک جانور زمین سے نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور بتائے گا کہ قیامت جلد آنے والی ہے۔

(5) پھر ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک کرلے جائے گی۔

(6) مقعد کی موت کے بعد 30 سال بھی نہ گزرنے پائیں گے کہ قرآن لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے گا۔

(7) پہاڑ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں گے۔

(8) ایک خوشگوار ہوا چلے گی جو تمام مومنین کی روحیں قبض کرے گی۔

(9) پھر دنیا میں بدترین لوگ رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح جماع کریں گے۔

(10) پہاڑ دھنس جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیلا دی جائے گی، آخر کار انہی بدترین لوگوں پر قیامت آجائے گی۔

قیامت صورِ اسرافیل کی ایک خوف ناک چیخ کا نام ہے، جس سے پوری کائنات زلزلے میں آجائے گی، تاہم اس زلزلے کے بعد ابتدائی زلزلوں سے ہی دُودھ پلاتی مائیں دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے۔ پھر اس چیخ اور زلزلے کی شدت بڑھتی جائے گی، جس سے تمام جانور مر جائیں گے۔ یہاں تک کہ زمین اور آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا، زمین پھٹ جائے گی، پہاڑ دھونی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے، سیارے اور ستارے ٹوٹ جائیں گے آفتاب کی روشنی فنا ہو جائے گی اور آسمان کے پرخچے اُڑ جائیں گے اور پوری دنیا موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ

بے شک اللہ تعالی اپنے رازوں کے مالک ہیں۔انہوں نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو محروم نہیں فرمایا۔جس کا جیسا ظرف دیکھا ویسا ہی عطا فرما دیا۔گل کو شگفتگی عطا فرمائی---بلبل کو نالہ عطا فرمایا---چراغ کو روشنی عطا فرمائی---پروانے کو ایثار عطا فرمایا۔اور خود اپنی ذات کی پہچان کے لیے اپنے محبوب رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کو ہم جیسے لوگوں کو عطا فرمایا- فرمایا: لَقَدمَنَّ اللّٰہُ عَلَی المُؤمِنِینَ اِذ بَعَثَ فِیھِم رَسُولاً مِّن اَنفُسِھِم

ترجمہ:"بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا"-(سورہ آل عمران،آیت نمبر 164)

ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین ﷺ کا نام مبارک حضرت **محمد** خاتم النبیین ﷺ ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ **12 ربیع الاوّل، پیر** کے دن عرب کے مشہور شہر **مکہ مکرمہ** میں پیدا ہوئے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے والد محترم کا نام **حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ** اور والدہ محترمہ کا نام **حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا** ہے۔ملک عرب کے مشہور شہر مکہ کی سرزمین میں سب سے پہلے حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حاجرہ اور اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لا بسایا تھا- پھر حضرت حاجرہ علیہ السلام ہی کے زمانے میں قبیلہ ''بنو جرہم'' کے کچھ آدمی بھی آ کر اس سرزمین میں رہنے لگے تھے-قبیلہ جرہم کے یہ لوگ جو مکہ میں آ کر آباد ہوئے، مکہ کی آبادی انہی کی اولاد میں سے ہے-انہی کی اولاد سے فہر بن نضر بن کنانہ ہیں جن کی اولاد کو قریش کہتے ہیں-

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) بچپن ہی سے دیانت دار اور راست باز تھے۔لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت کرتے۔مکہ معظّمہ سے پانچ کلومیٹر دور ایک غار تھا جس کو "غار حرا" کہتے ہیں۔آپ (خاتم النبیین ﷺ)اس میں زیادہ وقت گزارہ کرتے۔خاص طور پر ہر سال رمضان کا پورا مہینہ غار حرا میں بسر کرتے اور غور وفکر فرماتے۔گھر سے پورے ماہ کے لیے مختصر سا سامان لے جاتے۔وہ ختم ہوجاتا تو پھر گھر واپس آجاتے۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو جوانی میں ہی دنیا اور دنیا داروں سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔نہ ہی آپ (خاتم النبیین ﷺ) مکہ کے معاشرے میں کوئی دلچسپی رکھتے تھے۔بس غار حرا میں عبادت میں مصروف رہتے۔

یہ عبادت کیا تھی؟عینی شرح بخاری میں ہے کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے یہ سوال کیا گیا کہ "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)اس وقت غار حرا میں آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی عبادت کیا ہوا کرتی تھی"؟تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے جواب دیا"غور وفکر وعبرت پذیری"۔

یہ وہی عبادت تھی جو آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی کہ ستاروں کو دیکھا تو چونکہ تجلّی کی جھلک تھی۔دھوکا ہوا۔پھر چاند کو دیکھا تو شبہ ہوا۔پھر آفتاب کو دیکھا اور پھر آفتاب کو بھی غائب ہوتے دیکھا تو فوراً بول اٹھے" میں فانی چیزوں کو نہیں چاہتا-میں تو اپنا منہ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا"۔

جب آپ (خاتم النبیین ﷺ) چالیس برس کے ہوئے تو سوموار کے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان ہی کے مہینے میں غار حرا میں تشریف لائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ " نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی تھی۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) تنہائی پسند ہو گئے اور غار حرا میں خلوت گزیں ہو کر عبادت کرنے لگے-یہاں تک کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس امر حق آ گیا یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوئے"۔حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں اور یہ ہمیشہ اللہ تعالی کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے نمودار ہو کر کہا" پڑھیے"۔نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر (اپنے سینے سے لگا کر) بھینچا۔یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ "پڑھیے"۔میں نے کہا کہ "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔اس نے دوبارہ مجھے بھینچا اور کہا" پڑھیے"۔میں نے پھر کہا کہ "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" ۔اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:(سورہ علق،آیت نمبر 5-1)

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ-خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ-اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ-الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ-عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

ترجمہ:" پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے (جمے ہوئے خون سے) پڑھیے کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا۔سکھایا انسان کو وہ (علم) جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

پھر فرشتہ چلا گیا۔اس کے بعد رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کانپتے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس پہنچ کر فرمایا" مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو"۔انہوں نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو چادر اوڑھادی۔جب کچھ خوف دور ہوا تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا" یہ مجھے کیا ہو گیا ہے"؟ پھر سارا قصہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کو سنایا۔اور کہا" مجھے اپنی جان کا ڈر ہے"۔ انہوں نے کہا" ہرگز نہیں۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) خوش ہو جائیں اللہ تعالی آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی رنج میں بتلا نہ کرے گا۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔سچ بولتے ہیں۔امانتیں ادا کرتے ہیں۔بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔مہمان نوازی کرتے ہیں۔فقیروں اور مسکینوں کی مدد کرتے ہیں۔انصاف کی خاطر لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں"۔

(نبوت کی بار گراں سے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) لرز رہے تھے۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خیال بار بار آ رہا تھا کہ اتنا بڑا بوجھ کیسے اٹھا سکوں گا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تسلی قابل آفرین ہے)۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔یہ زمانہ جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔اب یہ بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمام واقعہ ان کو سنایا۔انھوں نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے فرمایا" بھتیجے کیا نظر آیا"۔حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔

ورقہ نے کہا کہ" یہ وہی ناموس ہے (عالم بالا سے وحی لانے والا فرشتہ ہے) جو اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی"۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا" کیا میری قوم مجھے نکال دے گی"؟ ورقہ نے کہا" ہاں" پھر کہا" کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں (اللہ تعالی کا پیغام) اور اس کی قوم اس کی دشمن نہ ہوئی ہو۔اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو تمہاری مدد کروں گا"۔مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد رک گئی۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) برابر غار حرا جاتے رہے۔اس طرح آہستہ آہستہ چھ ماہ گزر گئے۔اس درمیانی وقفہ سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب مبارک پر جو فوری اثرات بتقاضائے بشریت پیدا ہوئے تھے۔وہ دور ہو گئے۔اور آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلب مبارک اب پھر نزول وحی کا مشتاق ہو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد (یعنی چھ ماہ کے بعد) حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور اب سورہ مدثر کی ابتدائی آیات (آیت نمبر 7-1) نازل ہوئیں:

ترجمہ:" اے کملی اوڑھنے والے اٹھ (اور لوگوں کو گمراہی کے انجام سے) ڈرا- اور اپنے رب کی بڑائی اور بزرگی بیان کر۔اور لباس کو پاک رکھ اور بتوں سے الگ رہ۔اور زیادہ حاصل کرنے کی نیت سے کسی پر احسان مت کر اور اپنے رب کے خاطر اذیت اور مصیبت پر صبر اختیار کر"۔

نبوت کے کام پر مامور ہونے کی یہ ابتدا تھی۔اب باقاعدہ حکم مل گیا کہ اٹھو اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو اس کی فلاح اور کامرانی کا راستہ دکھاؤ اور لوگوں کو خبردار کر دو کہ کامیابی کی راہ صرف ایک ہی ہے۔یعنی اللہ تعالی کی بندگی جو کوئی اللہ تعالی کو معبود مان لے اسے آخرت کے برے انجام سے ڈراؤ۔

تقریباً تین سال تک آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کام پوشیدہ طور پر کرتے رہے۔پھر کھلم کھلا دعوت تبلیغ کا حکم ہوا۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے تمام رشتہ داروں کو دعوت پر بلایا۔اور ایک اللہ کو معبود ماننے کی دعوت دی۔اس پر ابولہب طیش میں آ گیا اور لوگوں کو طرح طرح کی باتیں کرتا ہوا اپنے ساتھ لیا اور باہر نکل گیا۔

پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک اور دعوت کا اہتمام کیا اور تمام خاندان عبدالمطلب کو بلایا- جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا

" اہل عرب میں آج تک کوئی شخص مجھ سے بہتر پیغام نہیں لایا۔میرا یہ پیغام دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کا رہنما ہے۔اس پیغام میں اللہ تعالی نے مجھے بتایا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلاؤں۔اس کام میں کون کون میرا ساتھ دے گا"؟ ساری مجلس میں سناٹا چھا گیا۔اس کٹھن کام میں ساتھ دینے کا مطلب یہ تھا کہ نہ صرف خاندان، قبیلے اور شہر کے لوگوں کا بلکہ سارے عرب کے لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آدمی تیار ہو جائے کہ اس کے بدلے میں آخرت کی زندگی کی کامیابی نصیب ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اٹھ کر کہا" اگرچہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔میری ٹانگیں پتلی ہیں اور یہاں پر میں سب سے کم عمر ہوں تاہم میں آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دوں گا"۔

قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ کہ وہ شخص (جس میں ایک تیرہ سال کا نوجوان ہے) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ بعض حضرات تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان کلمات پر حقارت سے مسکرا اٹھے۔۔۔ بعض ہنس دیئے اور سب کے سب مذاق اڑاتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

تبلیغ دین کے لئے یہ قدم انقلابی نوعیت کا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالی کی طرف سے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صریح حکم مل چکا تھا۔ (سورہ الحجر، آیت نمبر 94)

ترجمہ:" پس جو حکم آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ تعالی کی طرف سے ملا ہے وہ لوگوں کو سنا دو اور مشرکین کی پرواہ مت کرو"۔

اپنے عزیزوں کے بعد رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اہل مکہ میں اعلانیہ دعوت فرما دی۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور لوگوں کو پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے کر پکارا" اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہد، اے بنی کعب، اے بنی ہاشم اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تیار کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات پر یقین کر لوگے"؟ سب نے کہا" ہاں ہم نے تم کو کبھی بھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا"۔ اس پر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان لوگوں سے فرمایا" اے اولاد عبد شمس، اے کعب بن لوی کی اولاد، اے عبد مناف کے خاندان والو، اے مرہ بن کعب، اے بنو ہاشم، اے عبدالمطلب کے خاندان والو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ"۔

جب قریش نے یہ بات سنی تو سخت ناراض ہوئے۔ ابولہب طیش میں آ گیا اور کہا" تو برباد ہو۔ تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے اس بات کے لئے ہمیں پکارا تھا"۔

اپنے چچا کی زبان سے یہ کلمات سن کر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حیران رہ گئے۔ لوگ باتیں بناتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اعلانِ نبوت:۔ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتالیسویں سال کے پہلے دن اپنی نبوت کا اظہار فرمایا اور اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی تعمیل میں حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر پہنچتے ہی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ، حضرت علی مرتضیٰ ؓ، حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت زید بن حارثہ ؓ نے بلا تامل ایمان قبول کیا۔ سننے کی دیر تھی، ایمان لانے میں دیر نہیں لگی۔ حضرت خدیجہ ؓ بیوی تھیں۔ حضرت علی ؓ چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بچپن کے دوست تھے۔ حضرت زید ؓ بن حارث خادم تھے۔

چاروں پل پل کے حالات سے باخبر تھے۔ جس کی زندگی مثل آئینہ صاف وشفاف سامنے گزری اور جسے چالیس سال سچ بولتے دیکھا ہو۔ اُس کی بات پر یقین کیوں نہ آتا؟ اُس سے بدگمانی کیسی؟

نبوت کا ۱ تا ۳ سال: حضرت خدیجہ ؓ، حضرت ابوبکر ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت زید ؓ ایمان لائے۔ اس سال صدیقِ اکبر ؓ کی تبلیغ سے حضرت عثمان ؓ، حضرت عبدالرحمٰن ؓ، حضرت سعد ؓ، حضرت طلحہ ؓ اور حضرت زبیر ؓ ایمان لائے۔ پھر حضرت اَرقم ؓ، حضرت بلال ؓ، حضرت صہیب ؓ اور حضرت سمیہ ؓ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ ؓ، حضرت سعید ؓ بن زید اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ ایمان لائے۔ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا۔ یہ لوگ پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر عبادت کرتے تھے۔

دینی تعلیم کا پہلا مرکز:۔ کوہ صفا کے دامن میں حضرت اَرقم بن ارقم ؓ کے گھر کو دینی تعلیم اور تبلیغ اسلام کے لیے منتخب کیا گیا۔ اور اعلانِ نبوت کے تین سال بعد تک یہاں خفیہ طور پر تبلیغ ہوتی رہی تین سال تک حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا خاص خاص لوگوں کے سوا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ تین سال کے بعد جب حکم آیا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (سورۃ الشعراء، آیت نمبر 214) ترجمہ: "اور اپنے رشتہ داروں کو اللہ کا خوف دلاؤ"۔

تو علی الاعلان تبلیغ کی نوبت آئی۔ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس ہاشمیوں کو کھانے کی دعوت پر بلایا اور کچھ کہنا چاہا لیکن ابولہب نے بولنے نہ دیا۔ دوسرے روز انہیں پھر کھانے کے لیے بلایا۔ اور توحید الٰہی کی دعوت دی۔ فرمایا 'تم میں کون کون میرا ساتھ دے گا'؟ حضرت علی ؓ اٹھے اور عرض کیا 'یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دوں گا'۔ باقی سارا خاندان خاموش بیٹھا رہا۔

جذبہ مخالفت پیدا ہونے کی ابھی کوئی صورت نہیں تھی البتہ تھوڑے سے تمسخر کا اظہار کیا گیا۔ تبلیغ کی رفتار بہت دھیمی تھی۔ جس کے کان میں آواز پڑتی وہ ایک کان سے بات سنتا دوسرے سے اُڑا دیتا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم الٰہی بہت دھیمے چل رہے تھے۔ گھر و احباب کے بعد حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے مکہ والوں کو مخاطب فرمایا۔ کوہ صفا پر جلوہ افروز ہوئے اور دعوتِ اسلام دی پھر کیا تھا۔ قریش کی طرف سے علی الاعلان مخالفت شروع ہو گئی۔

نبوت کا چوتھا سال:- حق گوئی کی پاداش میں آزمائشوں کا دور شروع ہوا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کو جادوگر، کاہن، شاعر، دیوانہ، مجنوں کہا گیا۔ابولہب کی بیوی جو آپ خاتم النبیین ﷺ کی چچی تھی۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے راستوں میں کانٹے ڈالنے لگی اور اونٹ کی اوجھڑی عین سجدے کی حالت میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی کمر مبارک پر رکھی گئی۔گلے میں چادر ڈال کر گھسیٹا گیا۔حضرت سُمیہؓ کی ران میں نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا۔حضرت زبیرؓ کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر کمرہ میں بند کر دیا گیا اور دھواں دیا گیا۔حضرت بلال حبشیؓ کو گرم ریت پر لٹایا گیا۔پیٹ پر پتھر رکھ دیئے گئے۔پیروں میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔

نبوت کا پانچواں سال:- رجب کے ماہ میں انفرادی طور پر حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کے لیے مکہ میں اعلانیہ طور پر آزادی کے ساتھ فرائض اسلام بجالانے کی کوئی صورت نہ تھی۔قریش کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تھا۔اور اس ہجرت کا بڑا افائدہ یہ تھا کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ جہاں تک جائیں گے اسلام کا پیغام پہنچے گا۔اور اس طرح اسلام کی شعاعیں خودبخود پھیلتی جائیں گی۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے حکم پر سب سے پہلے 11 مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی جن میں حضرت عثمانؓ اور ان کی زوجہ رقیہؓ جو آپ خاتم النبیین ﷺ کی صاحبزادی بھی تھیں۔پھر یہ تعداد 83 تک پہنچ گئی۔

نبوت کا چھٹا سال:- حضرت حمزہؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے چچا بھی تھے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے ایمان لے آئے۔حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی ایمان لا چکے تھے۔حضرت عمرؓ اُن کے گھر اُن کو ختم کرنے کی غرض سے گئے لیکن قرآن پاک کی آیات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب یہ آیت ان کے سامنے آئی۔اٰمنو باللہ و رَسو لہٖ تو بے اختیار کلمہ پڑھ کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے اسلام کو بہت قوت ملی۔اس سے پہلے کعبہ میں مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے کعبہ میں نماز ادا کی۔حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا شروع ہو گئی۔حضرت ابوبکرؓ نے مظلوم مسلمانوں کو آزاد کرایا۔یہ شرف حضرت ابوبکرؓ کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت بلالؓ، حضرت عامرؓ اور حضرت لبینہؓ وغیرہ کو اُن کے کافر آقاؤں سے بھاری رقم دے کر آزاد کرایا۔کفار کی اذیت سے حضرت ابوبکرؓ کا معزز گھرانہ بھی نہ بچا۔حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔

برک الغماء تک پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ نے روک لیا۔اُس نے آپؓ کو پناہ میں لے لیا۔قریش نے شرط لگا دی کہ ابوبکرؓ نمازوں میں بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں گے۔کیونکہ اس کا ہماری عورتوں اور بچوں پر اثر ہوتا ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے پاس ہی مسجد بنالی۔اور بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے لگے۔ابن الدغنہ نے کہا "ابوبکرؓ اب میں تمھاری حفاظت نہ کر سکوں گا''۔حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "مجھے اللہ کی حفاظت کافی ہے "

نبوت کا ساتواں سال:- تمام مسلمان شعبِ ابی طالب میں نظر بند کر دیئے گئے۔تمام قریش نے سوشل بائیکاٹ کر دیا۔درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنے کی نوبت آئی۔ 10 نبوی تک یہی سلسلہ رہا۔

وفات ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ۔نبوت کا دسواں سال:- شعب ابی طالب (گھاٹی) سے آزادی ملی تھی تو اس کے چند ہی دنوں کے بعد پہلے حضرت ابوطالب اور اس کے چند دنوں کے بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔حضرت ابوطالب عمر میں 35 برس حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سے بڑے تھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ سے کہا: ''اللہ نے تجھے نبی بنایا ہے۔دعا کر میں اچھا ہو جاؤں''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے دعا فرمائی وہ اچھے ہو گئے۔کہنے لگے: ''اللہ تیرا کہنا مان لیتا ہے''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اگر آپ اللہ کا کہنا مانیں تو پھر وہ آپ کا کہنا بھی مان لیا کرے گا''۔

طائف روانگی:- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ شعب ابی طالب سے آزاد ہو کر طائف روانہ ہوئے۔یہاں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو لہولہان کر دیا گیا پھر آپ خاتم النبیین ﷺ مکہ تشریف لائے اور مکہ کے ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر تبلیغ فرمائی۔مکہ میں کفار کے لیڈروں میں ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف جو قریش کے رئیس تھے۔یہی سب سے بڑھ کر آپ خاتم النبیین ﷺ کے دشمن بن گئے۔حضرت ابوبکرؓ اِن نازک حالات میں بھی ہمیشہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی حمایت کرتے رہے۔ایک مرتبہ بحالت نماز عتبہ نے (جو ابولہب کا بیٹا تھا) آپ خاتم النبیین ﷺ کی گردن میں چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچا۔حضرت ابوبکرؓ آ گئے آپ خاتم النبیین ﷺ کو عتبہ سے چھڑوایا اور کہا' کیا تم اس شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ یہ کہتا ہے اللہ ایک ہے'۔اس ظلم کے باوجود بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی۔

نبوت کا گیارہواں اور بارہواں سال:- مدینہ کے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان کی تعداد 72 تک پہنچ گئی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مدینہ کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر بیعت فرماتے تھے۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان اطاعت کرنے والوں کو تبلیغِ اسلام کے لیے مقرر فرمایا۔ جن باتوں پر حضور خاتم النبیین ﷺ مدینہ میں بیعت فرماتے تھے وہ یہ تھیں: شرک، چوری اور قتل کے مرتکب نہ ہوں گے۔ ان میں 9 قبیلہ خزرج اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔ اس طرح مدینہ میں اسلام کو پناہ ملی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ کفار نے روک ٹوک شروع کی۔ پھر بھی چوری چھپے اکثر صحابہ کرامؓ مدینے ہجرت کر گئے۔ اب صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ مکہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس رہ گئے۔

نبوت کا تیرہواں سال:- نبوت کا تیرہواں سال شروع ہوا۔ اکثر صحابہ کرامؓ مدینہ پہنچ گئے تھے۔ قریش نے محسوس کیا کہ مدینہ جا کر مسلمان طاقت پکڑتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے دارالندوہ میں قریش کے سرداروں کا اجلاس طلب کیا۔ اور مکمل غور و بحث کے بعد ابوجہل نے کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد منتخب کرو اور تمام مل کر (نعوذ باللہ) محمد خاتم النبیین ﷺ کا خاتمہ کر دو۔ اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور قبیلہ بنو ہاشم اکیلا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے منہ اندھیرے ہی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے آستانے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کو کفارِ قریش کے ارادہ کی خبر تھی۔ حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا کہ "تم میرے پلنگ پر میری چادر اُوڑھ کر لیٹے رہو۔ میں آج مدینے روانہ ہو جاؤں گا۔ میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں۔ یہ لوگوں کو لوٹا کر تم بھی وہاں آ جانا"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیا۔ رات زیادہ گزر گئی تو غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ہجرت کے متعلق تین روز پہلے ہی مشورہ ہو چکا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام بکریاں لاتا۔ حضرت ابوبکرؓ دودھ نکالتے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ اپنے بھائی عبداللہ کے ہاتھ کھانا بھجواتی۔ صبح کے وقت قریش کو معلوم ہو گیا کہ بسترِ رسول خاتم النبیین ﷺ پر حضرت علیؓ ہیں آپ خاتم النبیین ﷺ کا پیچھا کیا گیا لیکن غار کے دھانے پر مکڑی نے جالا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے اس لیے اس لیے کوئی بھی غار کے اندر نہ گیا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ میں:- مدینہ میں داخل ہونے کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اونٹنی خود بخود حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر پر آ کر رک گئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے 7 ماہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی بیوی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک کھایا کرتی۔ آپؓ کا نام خالد بن زید انصاری ہے۔ مدینہ میں یہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے اولین میزبان تھے۔ بدر اور عقبۃ الثانیہ میں شریک ہوئے۔ نیز حضرت علیؓ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ جب حضرت معاویہؓ قسطنطنیہ میں جہاد کر رہے تھے تو آپؓ اُن کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے گئے مگر بیمار پڑ گئے۔ جب مرض بڑھ گیا تو آپؓ نے اصحاب کو وصیت فرمائی کہ 'جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازے کو اُٹھا لینا اور جب تم صف بستہ ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں میں دفن کر دینا'۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسے ہی کیا۔ آپؓ کی قبر اطہر قسطنطنیہ کے قلعہ کی چار دیواری کے قریب ہے جو آج تک مشہور ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ لوگ آپؓ کی قبر کی تعظیم کرتے ہیں اور آپؓ کے وسیلے سے بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔ (عینی جلد 1 صفحہ 704)

تعمیر مسجدِ نبوی خاتم النبیین ﷺ:- حضرت علیؓ بھی تین دن کے بعد مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں مسجدِ نبوی خاتم النبیین ﷺ اور ازواجِ مطہرات کے حجروں کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ وہاں منتقل ہو گئے۔ اُس وقت دو ہی حجرے بنے تھے۔ کیونکہ اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نکاح میں صرف حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ تھیں۔ جب اور ازواج آ گئیں تو اور کمرے تعمیر ہوئے۔ یہ مسجد بہت سادہ تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے پتوں کا چھپر اور کھجور کے تنوں کا ستون۔ بارش کے موقع پر بوقتِ سجدہ صحابہؓ کی پیشانیوں کو کیچڑ لگ جاتی تھی۔ مگر اس سادگی کے باوجود یہ مسجد سجدہ گاہ قدسیہ تھی۔ عالم اسلام کے لیے قبلہ مقصود اور کعبہ حقیقت و معرفت تھی۔ یہ اسلام کی پہلی عظیم درس گاہ تھی۔ جس کا امام معلم کائنات سب رسولوں کا سردار اور خاتم الانبیاءؑ تھا۔ جس کا خطیب سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور وہ جسے ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جس کی نگاہ خاک کو کیمیا بنا دیتی تھی۔ فرشتے جس کی مجلس میں بیٹھنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ اسلام کی اس مقدس درسگاہ میں نئے انسان تخلیق ہوئے۔ کوئی بہترین منتظم بنا، کوئی بہترین سیاستدان۔ کوئی بہترین سفیر بنا، کوئی فقیر مگر ایسا کہ جس سے دریاؤں کے دل دہل جائیں۔ کوئی صدیقِ اکبر بنا، تو کوئی فاروقِ اعظمؓ، کوئی عثمان غنیؓ تو کوئی علی مرتضیٰؓ شیرِ خدا۔ ایسی ایسی شخصیتیں پروان چڑھیں۔ جو ساری تاریخ انسانیت کا جوہر و مخزن قرار پائیں۔ سب کے سب ہی تقویٰ کے خدائی رنگ میں رنگے گئے اور اخلاق کی اعلیٰ صفات سے متصف ہو گئے۔

اصحابِ صفہ:- مسجدِ نبوی خاتم النبیین ﷺ کے ایک سرے پر چبوترہ بنایا گیا جو صفہ کہلاتا ہے۔ یہ اُن لوگوں کے لیے تھا۔ جو اسلام لائے تھے اور گھر بار نہیں رکھتے

تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ اصحابِ صفہ کے سرخیل اور ممتاز شخصیت تھے۔لوگوں نے جب یہ اعتراض کیا کہ تم بہت حدیث بیان کرتے ہو۔تو فرماتے''میرا کیا قصور ہے؟اور لوگ بازار میں تجارت کرتے،انصار کھیتی باڑی کے لیے جاتے اور میں رات دن بارگاہ نبوت خاتم النبیین ﷺ ہی میں حاضر رہتا''۔

صحابہؓ کے مشاغل:۔سلسلہ تبلیغ اسلام اور حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ نے مدینے میں آ کر دکانیں کھول لیں۔حضرت ابوبکرؓ کا کارخانہ''سخ''میں تھا۔حضرت عمرؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ان کی تجارت کی وسعت ایران تک پہنچ گئی تھی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کروادیا تھا۔انصار نے وہ وہ ایثار کیے کہ چشمِ فلک نے اس سے پہلے کبھی ایسے ایثار نہ دیکھے ہونگے۔مدینہ میں اسلام خوب پھیلا۔اور پھر یہی مدینہ ہدایت وعظمت کا آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے لگا۔

1ہجری:

بڑے بڑے واقعات: ا۔مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی ۲۔آذان کی ابتداء ہوئی ۳۔حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسیؓ مشرف بااسلام ہوئے۔

2ہجری: 12 مہاجرین کا ایک دستہ جن کے سردار حضرت عبداللہ بن جحشؓ تھے کونخلہ کے مقام پر قریش کے ایک دستے کی خبر لانے کے لئے بھیجا گیا،وہاں اتفاقی جنگ پیش آ گئی۔مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی،قافلے کا سردار مارا گیا،دو آدمی گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے اور بہت سا ساز وسامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا یہ سب سے پہلا دستہ ہے جس نے مال غنیمت حاصل کیا،یہ مال دستہ کے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔اور پانچواں حصہ اسلامی خزانہ (بیت االمال) کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔یہ جنگ رجب کے مہینے میں ہوئی،جس پر کفار نے بہت کچھ اعتراض کئے۔حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا بہت رنج ہوا،پھر ایک آیت نازل ہوئی۔یَسئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیهِ ؕ قُلْ قِتَال''فِیهِ کَبِیر''ؕ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 217)

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان مہینوں میں لڑنا بری بات ہے لیکن لوگوں کو راہ خدا سے روکنا۔خود کفر اختیار کرنا،لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔گھر والوں کو اور خاص طور پر اللہ کے پاس اور محفوظ شہر کے رہنے والوں کو ان کے شہروں سے نکالنا۔یہ تمام کام کرنے والے اپنے گریبان میں منہ ڈالیں۔یعنی کفار کے مظالم کے مقابلے میں ان کے اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

غزوہ بدر: بدر ایک کنویں کا نام ہے۔اس کنویں کے پاس ایک گاؤں آباد تھا جس کو بدر کہتے ہیں۔اسی مناسبت سے جو لڑائی اس گاؤں کے نزدیک ہوئی اسے غزوہ بدر کہا جاتا ہے۔بدر مدینہ سے 80 میل کے فاصلے پر ہے۔

ہجرت کے بعد مکہ کے کافر مسلمانوں کو کچلنے کے لئے بڑے بڑے منصوبے بنا رہے تھے،ان کے نقصانات سے بچنے کے واسطے مسلمانوں کے لیے بھی تدبیر ضروری تھی۔ہجرت کے دوسرے برس یہ معلوم ہوا کہ قریش کا ایک بڑا قافلہ سامان لے کر شام سے واپس آ رہا ہے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے نکلے اور''روحا''کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔مگر قافلے کے سردار کو اس کی خبر ہوگئی،اس نے کنارے کنارے دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور ایک سوار مکہ بھیج دیا کہ قافلہ مسلمانوں کی وجہ سے خطرے میں ہے۔مکہ کے کافر تو پہلے سے تیار بیٹھے تھے فوراً روانہ ہو گئے---حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو صحابہ اکرامؓ سے مشورہ کیا،اوّل مہاجرین سے مشورہ کیا انہوں نے بڑے جوش سے آمادگی کا اظہار کیا۔دوسری اور تیسری بار بھی مشورہ کیا،جس کا جواب بھی بڑے جوش اور قوت سے دیا گیا۔حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم چاہ رہے تھے کہ انصاری بھی جواب دیں۔جب انصار نے اسی بات کو محسوس کیا تو فوراً ہی قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اُٹھے اور عرض کیا؛''میں انصار کی نمائندگی کرتا ہوں،خدا کی قسم اگر حکم ہو تو ہم سمندر میں کود پڑیں''جس سے آپ خاتم النبیین ﷺ چاہیں تعلقات قائم کریں جس سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تعلقات توڑ دیں،جس سے چاہیں صلح کریں جس سے چاہیں جنگ کریں،ہم ہر حالت میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ہماری جانیں ہمارے مال آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار،جتنا چاہیں ہمیں دیں،جتنا چاہیں خود آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم لیں،جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم لیں گے وہ ہمیں زیادہ پیارا ہوگا۔اس مال سے جو ہمارے پاس رہ جائے گا۔(زادالمعاد جلدا صفحہ 337)

حضرت مقدادؓ بولے ''یارسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے لڑیں گے،ہم وہ نہیں ہیں کہ کہہ دیں گے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا جا کر جنگ کریں ہم یہاں بیٹھے ہیں''۔

غرض مسلمانوں کا لشکر بھی بدر پہنچ گیا۔بدر پہنچ کر اسلامی لشکر نے دیکھا کفار نے بدر کے عمدہ مقام پر قبضہ کر لیا ہے جہاں پانی وافر تھا۔مسلمانوں کو ریتلا میدان ملا،اللہ نے

بارش برسا دی۔ ریت دب گئی مسلمانوں نے ایک حوض سا بنا کر اس میں پانی جمع کر لیا۔ 17 رمضان المبارک بروز منگل 2ھ مطابق 13 مارچ 624ء کو جنگ شروع ہوئی۔مسلمانوں کی تعداد 313 اور کفار کی تعداد 900 تھی۔مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے ستر اونٹ اور چند تلواریں تھیں، جبکہ کفار کے پاس 100 گھوڑے سات سو اونٹ اور تمام اسلحہ تھا۔زرہ اور خودوں کے باعث کفار کا ہر فوجی لوہے میں ڈوبا ہوا تھا،لشکر کفار کا سردار ابوجہل تھا۔

اسلام کا سب سے بڑا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے پاس تھا ایک جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور ایک حضرت سعد بن معاذؓ کے پاس تھا۔اسی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح دی۔70 کافر مارے گئے جن میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اور کافروں کا سردار ابوجہل بھی مارا گیا تھا۔70 کافر گرفتار ہوئے اسی جنگ میں آٹھ انصار اور چھ مہاجر،صرف 14 مسلمان شہید ہوئے۔مشورے سے طے پایا کہ جو کفار امیر ہیں ان سے چار چار ہزار درہم (یعنی ایک ایک ہزار روپے) لے کر چھوڑ دیا جائے اور مفلسوں کی رہائی کا فدیہ (معاوضہ) یہ قرار پایا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو پڑھا دیں اور رہا ہو کر چلے جائیں۔

2 ہجری کے بڑے بڑے واقعات: ۱۔فتح بدر ۲۔حضرت رقیہؓ کی وفات ۳۔تحویل قبلہ ۴۔روزے ۵۔زکوٰۃ ۶۔صدقہ وفطر ۷۔عید و بقرہ عید کی نمازوں کا حکم ۸۔قربانی ۹۔حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ کا نکاح

3 ہجری: **جنگ غطفان و جنگ اُحد**

جنگ غطفان: ربیع الاول 3 ہجری کو دعثور نامی ایک کافر نے جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے 450 آدمیوں کے ساتھ مدینہ کا رُخ کیا۔دعثور کے باپ کا نام حارث تھا۔یہ قبیلہ بنی محارب کا رہنے والا تھا اور غطفان قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اس سے مقابلہ کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لائے،مگر دعثور اور اس کے ساتھی رعب کھا کر پہاڑوں میں جا چھپے،اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مطمئن ہو کر واپس لوٹے۔اتفاق سے سفر میں بارش ہوگئی،حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے (بدن کے زائد) کپڑے اتارے اور ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور آپ خاتم النبیین ﷺ آرام کرنے کے لئے زمین پر لیٹ گئے،لشکر کے آدمی کچھ فاصلے پر تھے۔

دعثور نے پہاڑی کے اوپر سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو تنہا دیکھا اور موقع دیکھ کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے سرہانے پہنچا اور تلوار کھینچ کر بولا: "اب تمہیں کون بچائے گا؟" "میرا اللہ"۔یہ جواب کیا تھا گویا تلوار تھی دعثور تھر تھر کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فوراً تلوار اٹھالی اور اس کو مخاطب کیا،اب بتا کہ تجھے کون بچائے گا؟ دعثور خاموش تھا وہ کانپ رہا تھا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اس کی بے چارگی پہ ترس آیا اور اسے معاف فرما کر چھوڑ دیا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے اخلاق کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ نہ صرف خود اسلام لے آیا بلکہ اپنی قوم کو بھی مسلمان کروا دیا اور اسلام کا ایک زبردست مبلغ بن گیا،اور پھر اسلام کی تبلیغ کرتا رہا۔

جنگ اُحد: 7 شوال بروز دوشنبہ 3 ہجری میں اُحد کی پہاڑی کے پاس وہ مشہور جنگ ہوئی جس کو جنگ اُحد کہتے ہیں۔

جس میں کفار مکہ نے تین ہزار فوج کی جمعیت سے غزوہ بدر کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر حملہ کیا تھا۔حضرت عباسؓ کی اطلاع سے جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو خبر ہوئی تو مشورہ کے بعد سات سو مسلمان مقابلے کے لئے نکلے۔اوّل اوّل عبداللہ بن ابی منافق بھی تین سو کی فوج مسلمانوں کے ساتھ لے کر چلا تھا،مگر پھر غداری کی اور راستے سے ہی واپس ہو گیا۔مسلمان اسی بے سروسامانی میں تھے اور کفار کے پاس سات سو زرہیں تھیں،دو سو گھوڑے،تین ہزار اونٹ۔جوش کی یہ حالت تھی کہ چودہ عورتیں بھی جنگی ترانہ پڑھنے کے لئے ساتھ آگئیں تھیں۔

بہر حال فوجیں ترتیب دی گئیں۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک دستہ پچاس آدمیوں کا اسلامی فوج کی پشت کی طرف اُحد کی پہاڑی پر بٹھا دیا کہ اس طرف سے حملہ نہ ہو سکے اور تاکید کر دی کہ یہ جگہ کسی بھی طرح نہیں چھوڑنی۔اوّل اوّل مسلمانوں کو فتح ہوئی۔مسلمانوں نے جلد ہی غنیمت کا مال لینا شروع کیا،پہاڑی والا دستہ بھی مال غنیمت کے لئے جگہ چھوڑ کر آ گیا،کفار نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا وہ پلٹے اور پیچھے سے حملہ کر دیا۔خبر مشہور ہوئی کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔مسلمانوں نے پھر سے گرم جوشی دکھائی حضرت مصعب بن مالکؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو دیکھ لیا اور آواز لگائی "آقا خاتم النبیین ﷺ خیریت سے ہیں۔" مگر ساتھ ہی اس خبر نے کفار کے حملے کا رخ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی طرف کر دیا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت کے لئے دس صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگے بڑھے لیکن بدبخت عبداللہ بن قمیہ نے تلوار سے حملہ کر کے آپ خاتم النبیین ﷺ کو زخمی کر دیا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے ایک دانت

مبارک کو بھی شہید کر دیا۔ (عتبہ بن ابی وقاص زاد المعاد صفحہ 334)

اسی گھمسان میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اسی گڑھے میں گرے جو ابو عامر نے کھود کر پاٹ رکھا تھا۔ مگر فوراً ہی حضرت علیؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے بغل بھری۔ (زاد المعاد صفحہ 343)

کفار تیر برسا رہے تھے، جن کو صحابہ اکرامؓ کا ہجوم اپنے اوپر لے رہا تھا۔ حضرت ابو دجانہؓ حملوں کے سامنے کمر کئے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہؓ اپنے بازو پر تیروں اور تلواروں کے حملے لے رہے تھے، ان کے بازو شل ہو گئے، ان کے بدن مبارک پر 70 زخم آئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست ہوئی تھی۔ شکست کی اصل وجہ دستہ کی غلطی تھی، انہوں نے مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے جلد بازی سے کام لیا۔

اس سال کے بڑے بڑے واقعات: ا۔ جنگ غطفان ۲۔ جنگ اُحد

۳۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت زینبؓ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کا نکاح ۴۔ شراب حرام ہوئی ۵۔ حضرت امام حسنؓ پیدا ہوئے

4 ہجری: 4 ہجری میں بنو نضیر نے اپنی عداوت اور قریش کے بھڑکانے پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے قتل کی سازش کی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ایک قومی چندہ کے سلسلے میں بنو نضیر کے محلے میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور ایک شخص ابن حجاش نامی کو اس کام پر متعین کر دیا کہ وہ اوپر سے ایک بھاری پتھر پھینک کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو (نعوذ باللہ) ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو اس شرارت سے مطلع فرما دیا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان لوگوں کو مدینہ سے نکال دیا۔

ماہ صفر ہجری 4 میں ہی بیر معونہ کا واقعہ ہوا (بیر معونہ نجد کی جانب ایک کنواں ہے)۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ابو براء عامر نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو یقین کروایا کہ نجد کا حاکم میرا بھتیجا ہے، وہاں پر تبلیغ کے لئے لوگوں کو بھیج دیں، تبلیغ کامیاب رہے گی اور یہ لوگ محفوظ رہیں گے، لیکن اس نے پوشیدہ طور پر قبائل کو قتل کرنے کے لئے آمادہ کیا ہوا تھا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک دستہ حفاظ کا نجد روانہ کر دیا۔ جب یہ حضرات اس مقام پر پہنچے جو بیر معونہ کے نام سے مشہور ہے تو چند قبیلے مل کر لڑائی کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت کعب بن زیدؓ کے علاوہ سب حضرات شہید کر دیئے گئے۔ اس دستے کے 70 حفاظ کرام کو انتہائی بے دردی سے شہید کیا گیا۔

اس سال کے بڑے بڑے واقعات: ا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے قتل کی سازش ۲۔ بیر معونہ کا واقعہ

۳۔ حضرت امام حسینؓ کی پیدائش ۴۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حکم دیا کہ وہ یہودیوں کی لکھائی سیکھ لیں۔ (دروس تاریخ اسلامی)

5 ہجری: غزوہ خندق یا غزوہ احزاب: 5 ہجری کی سب سے بڑی لڑائی احزاب یا خندق کا غزوہ ہے۔ (احزاب کے معنی ہیں جماعتیں۔ حزب جماعت، اس کی جمع احزاب جماعتیں)---- اس لڑائی میں عرب کی بڑی بڑی جماعتیں ایک ہو کر مدینہ پر چڑھائی کے لئے آئیں تھیں۔ اس جنگ کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس جنگ میں مدینہ کے ارد گرد ایک خندق (کھائی) کھود لی گئی تھی۔ اس جنگ سے پہلے صرف عرب کے کافر حملہ کیا کرتے تھے مگر اس جنگ میں جو بنو نظیر اور بنو قینقاع کے یہود جو اپنی بدعہدیوں کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیئے گئے تھے وہ بھی برابر کے شریک تھے۔

کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اس لئے مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنے کا مشورہ ہوا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینہ کے گرد 5 گز گہری ایک خندق چھ دن میں تیار کی گئی کفار اس خندق کے پار آ کر رک گئے، محاصرہ 15 دن تک رہا۔ باہر کی ہوئی جماعتوں میں پھوٹ پڑ گئی اور سامان رسد بھی ختم ہونے لگا۔ آندھی کا ایسا طوفان آیا کہ تمام خیمے اُکھڑ گئے، چولہوں سے دیگچیاں اُلٹ گئیں۔

ان واقعات نے کفار کو بدحواس کر دیا اور وہ محرومی کے ساتھ بھاگے۔ ایک یا دو کفار خندق پھلانگ کر مدینہ میں داخل ہوئے جنہیں ختم کر دیا گیا۔ ان میں ایک عمرو بن عبدود تھا جو عرب کا ایک بہت بہادر جوان تھا، جو حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اور ایک حضرت صفیہؓ بن عبد المطلب نے قتل کیا۔

6 ہجری: صلح حدیبیہ

6 ہجری کا سب سے مشہور واقعہ حدیبیہ کی صلح ہے۔ حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ معظّمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اپنا وطن مبارک مکہ معظّمہ کو چھوڑے ہوئے تقریباً چھ سال ہو گئے تھے۔

اوّل تو وطن کا شوق پھر خانہ کعبہ جسکی طرف مسلمان دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے تھے۔ جس کے گرد طواف کرنا، حج میں ان پر فرض ہوا تھا۔ اس کی زیارت کی

تمنا تمام مسلمانوں کے دل میں آگ لگائے ہوئے تھی۔اس شوق تمنا کو پورا کرنے کے لئے ذیقعدہ 6ہجری میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے مکہ معظمہ کی زیارت کا ارادہ فرمایااور اس مقام تک پہنچے جس کا نام حدیبیہ ہے----حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حدیبیہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا کہ قریش کو خبر کردیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا اردہ اس سفر میں صرف خانہ کعبہ کی زیارت ہے مگر حضرت عثمانؓ کے آنے میں تاخیر ہوئی اور مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ قتل کردیئے گئے ہیں یہاں پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کہلائی۔قریش نے اجازت نہ دی ہاں سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے بھیجا چنانچہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور قریش میں صلح ہوگئی اس صلح کی شرائط یہ تھیں۔

۱۔مسلمان اس وقت واپس چلے جائیں(بغیر عمرہ کئے) ۲۔آئندہ سال خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے آئیں مگر صرف تین دن قیام کرکے واپس چلے جائیں۔

۳۔ہتھیار لگا کر نہ آئیں تلوار ساتھ ہوتو میان میں چھپی ہوئی ہو۔

۴۔ہمارا کوئی شخص مسلمان ہوکر آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئے تو واپس کردیں،اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس سے ہمارا کوئی شخص آئے تو ہم اسے واپس نہ کریں گے۔ (زادالمعاد صفحہ 320 جلد 1۔صفحہ،377 جلد 1)

۵۔یہ صلح دس سال کے لئے ہوگی۔ ۶۔اس عرصے میں کوئی جنگ نہ ہوگی اور نہ بدعہدی اور نہ دھوکا ہوگا۔

بنی خزاعہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ہو گئے تھے اور بنی بکر قریش کے ساتھ اور یہ دونوں قبیلے بھی اس صلح میں داخل تھے۔(مبسوط جلد 1،زاد المعاد صفحہ 326 جلد اول)بظاہر مسلمانوں کو یہ تمام شرائط اپنی کمزوری نظر آئیں۔حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم لوگ حق پر ہیں تو ہم کیوں دبیں''۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا''اللہ کا حکم یہی ہے''اس پر سب نے سر تسلیم خم کردیا۔**قرآن پاک میں اس صلح کو فتح مبین کہا گیا ہے۔**

بیعت رضوان:- مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔یہاں تقریباً بارہ ہزار مہاجرین وانصار روشن ستاروں کی طرح ماہتاب نبوت خاتم النبیین ﷺ کے گرد جمع تھے۔

چشم فلک نے اس سے بہتر امت نہ کبھی دیکھی تھی نہ آئندہ دیکھے گی۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے چاروں یار اس دربارِ نبوت میں حاضر تھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی مکہ کے حاکم ابوسفیان سے اجازت لے آئے کہ مسلمان پُرامن طریقے سے عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔اس کام کے لیے جناب حضرت عثمان غنی ؓ کا ستارہ چمکا۔وہ مکہ پہنچے۔ابوسفیان سے گفتگو کی۔اس نے مسلمانوں اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت سے منع کردیا۔مگر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ "اگر تم چاہو تو طواف کرلو"۔حضرت عثمانؓ نے فرمایا "میرا کعبہ حقیقت تو حدیبیہ میں جلوہ افروز ہے۔ان کے بغیر میں کیسے طواف کرسکتا ہوں"۔حدیبیہ میں آئے ہوئے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ عثمانؓ تو مکہ پہنچ گئے۔مزے سے طوافِ کعبہ میں مصروف ہوں گے"۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مجھے اُمید نہیں کہ عثمانؓ میرے بغیر طواف کریں گے"۔

اِدھر حدیبیہ میں غلط خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کردیئے گئے ہیں۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ایک کیکر کے سائے میں جلوہ افروز ہوئے۔اور آواز دی "آؤ خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے کٹ مرنے پر بیعت کرو۔"یہ بیعت ہوئی اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو محفوظ کردیا۔بیعت کرنے والوں کا دلی اخلاص اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند آیا کہ اعلان فرمایا: لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورۃ فتح،آیت نمبر 18)

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ تمام اہلِ ایمان سے راضی ہوگیا جنھوں نے اس درخت کے نیچے آپ خاتم النبیین ﷺ سے بیعت کی''۔

جب تمام اہلِ ایمان بیعت ہو چکے تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "یہ میرا ہاتھ ہی عثمان کا ہاتھ ہے،اب میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں"۔ بیعت مرے ہوئے کی نہیں لی جاتی زندوں کی لی جاتی ہے۔

اس سال کے بڑے بڑے واقعات: ۱۔صلح حدیبیہ ۲۔بیعت رضوان ۳۔حضرت خالد بن ولیدؓ کا اسلام لانا

۴۔دنیا کے بادشاہوں کے پاس اسلام کے خطوط کی روانگی ۵۔حضرت عمرو بن العاصؓ مسلمان ہوئے

<u>7ہجری:</u> بنونضیر کے یہودیوں نے مدینہ سے جانے کے بعد خیبر کو اپنی سازشوں کا مرکز اور اپنی پناہ گاہ بنالیا تھا۔اس لئے ان پر چڑھائی کی گئی،حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فتح کا سہرا انہی کے سر باندھا۔خیبر کی کامیابی کے بعد حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے فدک کی طرف توجہ کی۔وہاں کے لوگوں نے صلح کی

پیشکش کی اور صلح کر لی۔ گزشتہ سال صلح حدیبیہ کے موقع پر طے ہوا تھا کہ اگلے سال عمرہ کریں گے۔ معاہدہ کی پوری پابندی کے ساتھ اس سال وہ عمرہ کیا گیا۔ حضرت میمونہؓ اس سفر میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نکاح میں داخل ہوئیں۔

8ہجری: موتہ کی جنگ اور فتح مکہ

ا۔ موتہ کی جنگ:۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیرؓ اسلام کا پیغام لے کر بصرہ کے حاکم شرجیل کے پاس پہنچے تو شرجیل نے انہیں شہید کر دیا۔ جب کہ وہ اسلام کا پیغام لے کر ان کے پاس پہنچے تھے۔ اس کی سزا کے طور پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان پر فوج کشی کی۔

فوجی دستہ روانہ کرتے وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''سردار حضرت زید بن حارثؓ ہوں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ (پسر ابو طالب) جھنڈا لیں گے۔ اور ان کے بعد اگر ضرورت ہو تو عبداللہ بن رواحہؓ جھنڈا لیں گے''۔ اس مٹھی بھر جماعت کا رعب کفار کے لشکر کے دلوں پر ایسا بیٹھا کہ ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دِل لشکر پیچھے ہٹے بغیر نہ رہ سکا۔ البتہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نامزد سردار ایک دوسرے کے بعد جھنڈے کی حفاظت میں شہید ہو گئے۔ پھر خدا کی ایک تلوار نے جس کا نام حضرت خالد بن ولیدؓ تھا خود آگے بڑھ کر جھنڈا سنبھالا اور میدان جیت لیا۔

اس جنگ میں صرف حضرت جعفرؓ کی بہادری ہی رعب بٹھانے کے لئے کافی ہے۔ اللہ کی پناہ دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ بایاں بازو کٹ گیا تو جھنڈا بغل میں لے لیا۔ بے شمار زخم بدن پر لگے مگر لطف یہ کہ سب سامنے کی طرف تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ حضرت جعفرؓ کے سینے اور سامنے کے حصے پر نوے زخم ہم نے گنے ہیں۔ (زادالمعاد صفحہ 406، 407 جلد 1)

۲۔ فتح مکہ مکرمہ:۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بنوخزاعہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور بنوبکر قریش کے ساتھ تھے۔ دونوں قبیلے بھی اس صلح میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر ابھی پورے دو سال بھی نہیں گزر پائے تھے کہ بنوخزاعہ پر بنوبکر نے اچانک حملہ کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا۔ قریش نے بنوبکر کی مال اور ہتھیاروں سے مدد کی اور ان کے قتل و خون میں بھی حصہ لیا۔ ان کے چند سرداروں نے نقاب اوڑھ کر حملہ کیا۔

بنوخزاعہ کے مظلوموں میں سے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر جان بچالی تھی اور دادرسی کے لئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو دہائی دیتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ عمرو بن سالم خزاعی نے پُردرد اشعار کے ذریعے امداد کی اپیل کی۔ رحمت عالم خاتم النبیین ﷺ کی حمیت جوش میں آئی اور تیاری کا حکم فرمایا۔

10 رمضان المبارک بروز بدھ عصر کے بعد یہ فوج مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ کے قریب جب اس مقام پر پہنچی جس کو ''مرالظہران'' کہا جاتا ہے، تو حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ اگر آج مکہ والوں نے امن حاصل نہ کیا تو ان کا خاتمہ ہے۔ میں فوراً ایک خچر پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا کہ شاید کوئی مل جائے تو کہلا بھیجوں کہ ''پناہ کے بغیر کوئی صورت نہیں''۔

میں قریب کی پہاڑی کے پاس پہنچا تو دو شخص نظر آئے، آگے بڑھا تو سُنا۔ یہ لشکر کس کا ہے جس کے الاؤ اور چراغوں کی روشنی سے جنگل جگمگا رہا ہے؟ دوسرے نے کہا شاید یہ لشکر بنوخزاعہ کا ہے؟ پہلے نے حیرت سے کہا کہ ان کے پاس اتنا بڑا لشکر کہاں ہے؟ اتنی دیر میں میں اور آگے بڑھ گیا میں نے دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ ایک ابو سفیان ہیں اور دوسرے حکیم بن حزام۔ دونوں حیرت سے بولے آپ یہاں کیسے؟ میں نے واقعے کا اظہار کیا۔ دونوں نے گھبرا کر کہا اب پناہ کی کیا صورت ہے؟ میں نے کہا کہ صرف یہ کہ میرے ساتھ چلو اور پناہ مانگ لو۔ ابوسفیان فوراً میرے خچر پر بیٹھ گئے۔ ہم دونوں دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''ابوسفیان بولو کیا اب بھی ایک خدا کو نہ مانو گے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا: ''بے شک وہ ایک ہے ورنہ دوسرا خدا آج میری مدد کرتا''۔ اس کے بعد ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فوج کو حکم دیا کہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوں۔ ایک دستے کے افسر حضرت خالد بن ولیدؓ تھے ان کو مکہ کے اوپر کی طرف داخل ہونے کا حکم دیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ خود بنفس نفیس مکہ کے نیچے کی طرف سے داخل ہوئے۔

آج فاتح مکہ سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی شان یہ ہے کہ ایک اونٹنی سواری میں ہے۔ کالا عمامہ سر مبارک پر، سورہ فتح زبان پر اور تواضع و عاجزی کا یہ عالم کہ سر مبارک جھکتے جھکتے عمامہ مبارک کی کور گود کے قریب آ پہنچی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثؓ شہید موتہ کے فرزند حضرت اسامہؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھے رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین ﷺ کی شان دنیا کے تمام فاتحین سے نرالی تھی، وہی شہر اور وہی لوگ جنہوں نے ہجرت کے وقت اس شخص کے لئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے

ہوئے تھے کہ جو اس شخص کو زندہ لائے یا آپ خاتم النبیین ﷺ کا سر مبارک لائے اس کو کیا کیا انعام دیا جائے گا، رحمت عالم خاتم النبیین ﷺ جب اس شہر میں ان ہی لوگوں پر غلبہ پاکر داخل ہوئے ہیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے منادی ہوتی ہے:

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ ۲۔ جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔
۳۔ جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ ۴۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے گا۔
۵۔ قیدی کو قتل نہ کیا جائے گا۔ ۶۔ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔
۷۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ ۸۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا اعلان کے بعد لڑائی کی گنجائش نہ تھی لیکن پھر بھی کچھ سر پھرے حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلے پر آ ہی گئے۔ مجبوراً جواب دینا ہی پڑا اس طرح 27 یا 28 کافر ہلاک ہوئے اور 2 مسلمان شہید ہوئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اس وقت خانہ کعبہ میں 360 بت رکھے گئے تھے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کمان یا چھڑی کی نوک سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور بت منہ کے بل گر رہے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی زبان مبارک پر یہ آیت تھی: (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 81)

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ترجمہ: ''حق آیا اور باطل کافور ہو گیا یقیناً باطل مٹنے کے لئے ہی ہے''۔

جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيدُ (سورہ سبا آیت نمبر 49) ترجمہ: ''حق آ گیا (اب) باطل پیدا نہ ہو گا نہ لوٹے گا''۔

خانہ کعبہ کے علاوہ آس پاس جو بڑے بڑے بت تھے آپ خاتم النبیین ﷺ نے کچھ دستے روانہ فرمائے اور ان کو توڑنے کا حکم فرمایا۔

20 رمضان المبارک 7 ہجری فتح مکہ کے دن ہر شخص آج اپنے قتل کے خوف سے لرز رہا تھا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ بتوں کے معاملے سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے، باہر کانپتے ہوئے لوگوں کو دیکھا آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ ہونا تھا ہو چکا آج کوئی شکوہ شکایت نہیں سب قصے ختم''۔ اس موقع پر ایک تقریر ہوئی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا خون بہا کے متعلق کچھ احکامات بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''اے جماعت قریش اللہ نے اس تکبر کو تم سے دور کر دیا جو پہلے تھا۔ دیکھو ہم سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی''۔

پھر سورہ الحجرات، آیت نمبر 13 تلاوت فرمائی: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

ترجمہ: ''اے لوگو! ہم نے تم کو عورت اور مرد سے پیدا کیا ہے پھر ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے مقرر کئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، یاد رکھو کہ بارگاہ خداوندی میں وہی مکرم اور معظم ہے جو تقویٰ میں زیادہ ہو''۔

حضرت عثمان بن طلحہؓ کا بیان ہے کہ خانہ کعبہ کی کنجی ہمارے پاس رہا کرتی تھی ہم صرف خانہ کعبہ کو پیر اور جمعرات کو کھولا کرتے تھے ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کھولنے کی فرمائش کی تو میں نے سختی سے انکار کر دیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو یہ ناگوار ہوا، فرمایا: ''عنقریب وہ دن آئے گا کہ ان کنجیوں کا مالک میں ہوں گا، جس کو چاہوں گا دوں گا''۔ مگر اخلاق عالیہ کی انتہا یہ ہے کہ آج قبضہ پا لینے کے بعد انہی حضرت عثمان بن طلحہؓ کو کنجی مرحمت فرما دی جاتی ہے۔ (۱۲ زاد المعاد صفحہ 415)۔

جنگ حنین :- فتح مکہ کے بعد 8 ہجری ماہ شوال میں حنین کے مقام پر جو مکہ سے تین منزل کے فاصلے پر طائف کے قریب ہے ایک جنگ ہوئی۔ مکہ کی فتح عام عرب کے لئے بڑی غیرت کی بات تھی۔ مگر چونکہ اسلام کی سچائی اور حقانیت کا سب کو اندازہ ہو چکا تھا اس لئے اس فتح سے کوئی عبرت پیدا نہ ہوئی۔ البتہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلے جو خود کو بہت بڑا بہادر سمجھتے تھے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے، اور بیوی بچوں اور تمام جانوروں سمیت پوری طاقت کے ساتھ اسلامی لشکر پر چڑھائی کے لئے روانہ ہوئے۔

یہ خبر پا کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ بھی 6 شوال کو مکہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عتابؓ پسر اسید کو مکہ کا خلیفہ بنایا۔ دشمن حنین کے اس طرف پہاڑوں میں چھپ گئے، اور جب اسلامی لشکر بیچ میں پہنچا تو ایک دم ان پر ٹوٹ پڑے۔ جس سے اول اول مسلمانوں کے کچھ پیر اُکھڑے مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور تمام بڑے صحابی جمے رہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے حکم سے حضرت عباسؓ نے تمام مسلمانوں کو اکٹھا ہونے کے لئے آواز لگائی تھوڑی ہی دیر میں میدان کا رنگ پلٹ گیا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ چار یا چھ مسلمان شہید ہوئے 71 کافر مارے گئے اور بہت کچھ سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

9ہجری: غزوہ تبوک، وفود کی آمد اور دین الہیٰ میں داخلہ

غزوہ تبوک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا آخری غزوہ ہے۔مقام تبوک شام کے علاقے میں مدینے سے تقریباً14 میل کے فاصلے پر ہے اسی غزوہ میں مقابلہ رومیوں اور عیسائیوں سے تھا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہرقل شاہ اٹلی اور موتہ کے بارے ہوئے عیسائی مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں۔سخت گرمی کا زمانہ تھا مسلمان بہت تنگ دست تھے۔ چندہ جمع کیا گیا۔حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کا تمام اثاثہ لاکر رکھ دیا۔حضرت عمرؓ نے اپنے مکان کا آدھا سامان پیش کر دیا۔حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار اور تین سواونٹ اور بہت کچھ سامان پیش کیا۔اس طرح تمام صحابہ اکرامؓ نے اپنی اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندے پیش کئے۔عورتوں نے اپنے زیور اتارا تار کر پیش کئے۔لشکر کے سردار خود حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تھے۔اور مدینہ کا خلیفہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مقرر کیا گیا اور حضرت علیؓ کو خانگی نگرانی کے لئے چھوڑا۔

5 رجب جمعرات 9ہجری کو مدینہ سے روانگی ہوئی۔ جب یہ لشکر تبوک کے مقام پر پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا، ہرقل بادشاہ حمص چلا گیا تھا۔رومیوں پر اسلامی لشکر کا رعب بیٹھ گیا تھا، چنانچہ یوحنا پسر رویدوانی ایلہ حاضر خدمت ہوا۔اس کے ساتھ جربا، ازرخ ہینیا وغیرہ کے والی بھی تھے۔ان لوگوں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے صلح کرلی، خراج ادا کرنے کا عہد کیا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان لوگوں کو امان دے دی۔15 یا20 روز آپ خاتم النبیین ﷺ نے وہاں قیام فرمایا پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

منافقوں نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کرنے کے لئے مسجد کے نام سے قباء میں ایک مکان بنایا تھا جس کو مسجد ''ضرار'' کہا گیا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس سفر سے واپسی پر اس کو جلانے کا حکم دے دیا۔

اس سال کے بڑے بڑے واقعات: حج ادا کیا گیا۔ جو علماء کے ایک قول کے مطابق اس سال فرض ہوا تھا۔تین سو مسلمانوں کے دستہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا گیا اور بعد میں حضرت علیؓ نے جا کر وہ مشہور خداوندی اعلان سنایا جس کی ہدایت قرآن پاک، سورہ توبہ، آیت نمبر28 میں کی گئی تھی۔اور اعلان کیا گیا کہ:

۱۔آئندہ کوئی مشرک اللہ کے گھر میں داخل نہ ہوگا۔ ۲۔کوئی ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے گا۔ ۳۔معاہدوں کے بارے میں احکامات سنائے گئے۔

اس کے بعد کفار قریش کی طاقت ختم ہوگئی اور مسلمان ہونے والے قبیلوں کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔لہٰذا مختلف قبیلوں کے وفود حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے اور اسلام قبول کیا۔

10ہجری:- 10 ہجری کو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے حج کا ارادہ فرمایا۔اسی موقع پر آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا۔ یہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کا آخری خطبہ تھا-حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے اس حج کو حجتہ الوداع یعنی رخصتی کا حج کہتے ہیں کیونکہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کے تین ماہ بعد رحلت فرمائی-

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس حج میں تین خطبات دیئے:

1-پہلا خطبہ 9 ذی الحج کو عرفہ کے مقام پر میدان کے بیچ میں جبکہ آپ خاتم النبیین ﷺ اپنی اونٹنی (جس کا نام قصوی تھا) پر سوار تھے-

2-دوسرا خطبہ 10 ذی الحج کو منی کے مقام پر دیا-

3-تیسرا خطبہ 11 ذی الحج کو منی کے مقام پر دیا-

ان تینوں خطبات میں جو باتیں بتائیں گئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1-مسائل کو پوری طرح سمجھ لو ممکن ہے کہ اس سال کے بعد میں اور آپ اکھٹے نہ ہوسکیں-

2-یاد رکھو تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزت وآبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے آج کے دن اس شہر کی اور اس مہینے کی حرمت سمجھتے ہو-

3-لوگو تمہیں عنقریب اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے- یاد رکھو وہاں تم سے تمہارے مال کی باز پرس ہوگی یعنی اعمال کی بابت سوال کیا جائے گا-

4-زمانہ جاہلیت کے تمام طریقے پیروں میں مسل دیئے گئے ہیں-

5-اس زمانے کے خونوں کا آئندہ مطالبہ نہ کیا جائے گا-

6- جتنے سود تھے وہ سب معاف- آئندہ قطعاً خاتمہ-

7- میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مت دبانا- کافروں کی طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسے مت ہوجانا-

8- خداوندی احکام کے مطابق جو تم پر حکومت کرے اس کی پوری پوری اطاعت کرنا-

9- اپنے پروردگار کی عبادت نماز، روزہ، مسلم حکام کی اطاعت پوری پابندی سے کرتے رہنا- جنت تمہاری ہے-

10- عورتوں کے متعلق اللہ کا خوف رکھنا- ان کے حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھنا- تم خاص ذمہ داری کے ساتھ ان کے سردار بنائے گئے ہو- عورتیں بھی مردوں کی پوری پوری اطاعت کریں- ان کی مرضی کے خلاف کسی کو گھر میں بھی نہ آنے دیں-

11- تم میں دو چیزیں چھوڑے چلا ہوں- جب تک انہیں پکڑے رکھو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے- ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرا طریقہ اور تعلیم-

12- جو لوگ یہاں موجود ہیں میرے تمام پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچادیں کیونکہ بسا اوقات دوسرا شخص پہلے سننے والے کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والا اور زیادہ سمجھدار ہوتا ہے-

"لوگو قیامت کے روز میری بابت بھی تم سے سوال کیا جائے گا- بتاؤ کیا جواب دو گے "؟ سب نے کہا کہ " شہادت دیں گے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اللہ کے احکامات ہم تک پہنچا دیئے تھے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے تبلیغ اور رسالت کا حق ادا کر دیا تھا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں ہماری بھلائی اچھی طرح سمجھا دی تھی"- آپ خاتم النبیین ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا"اے اللہ! گواہ رہنا- اے اللہ! گواہ رہنا- اے اللہ! گواہ رہنا"-

یعنی 9، 10، 11 ذی الحج کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے جو خطبات فرمائے تھے ان کے جملے گویا کوزے تھے- جن میں علوم معارف، دنیاوی و دینی بھلائیوں کے سمندر بھر دیئے گئے تھے-

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا- یعنی آپ ﷺ ختم المرسلین ہیں- یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا- آپ خاتم النبیین ﷺ اسلامی زندگی کا ایک عملی نمونہ ہیں- اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قرآن میں **"رب العالمین"** کہا اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو **"رحمت للعالمین"** فرمایا-

وصال مبارک:- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے بروز پیر (سوموار) چاشت اور دوپہر کے درمیان کے وقت میں وصال فرمایا- انا للہ و انا الیہ راجعون o

اس کے بعد حضرت علیؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو غسل دیا، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے پردہ کیا، اوس بن خولیؓ انصاری پانی کا گھڑا لاتے تھے حضرت عباسؓ کے دونوں صاحبزادے قثمؓ اور فضلؓ مدد دیتے تھے- تین سوتی کپڑے کفن میں استعمال ہوئے غسل اور کفن کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو دفن کہاں کیا جائے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا نبی جس جگہ وفات پاتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے چنانچہ اُسی جگہ جہاں وصال ہوا کھودنا تجویز ہوا- ابوطلحہؓ نے لحد کھودی تھی- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نماز جنازہ تمام صحابہ کرامؓ، انصار، مہاجرین، اہل بیت نبوت، ازواج مطہرات اور تمام بچوں نے ادا کی- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نماز جنازہ کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ باری باری گروہ در گروہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور باہر نکل جاتے-

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا دنیا میں قیام نبوت:-

عمر مبارک 63 سال 4 دن 6 گھنٹے قیام مکہ 53 سال

مکہ میں تبلیغ کی مدت 13 سال، مدینہ میں 10 سال

کل مدت تبلیغ آٹھ ہزار ایک سو چھپن دن

****

اولوالعزم پیغمبر

"اولوالعزم" یعنی صاحبان "عزم"۔ "عزم" کے معنی مستحکم اور مضبوط ارادہ کے ہیں۔

قرآن مجید میں کبھی "عزم" کے معنی صبر کے بتائے گئے ہیں، جیسا کہ سورہ شوری، آیت نمبر 43 میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

ترجمہ: "اور یقیناً" جو صبر کرے اور معاف کردے تو اس کا یہ عمل بڑے صبر کا کام ہے"۔

اب چونکہ انبیاء علیہم السلام ایک نئی اور تازہ شریعت لے کر آتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو بہت سی مشکلات پیش آتی تھیں، جن سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کو مستحکم اور مصمم ارادہ کی ضرورت ہوتی تھی، لہٰذا ان انبیاء کرام علیہ السلام کو "اولوالعزم" پیغمبر کہا گیا ہے، اور مذکورہ آیات میں بھی ظاہراً انہی معنی کی طرف اشارہ کررہی ہیں۔

بہر حال ان معنی کے حساب سے سورہ الاحزاب، آیت نمبر 7 میں بھی اسی چیز کی طرف اشارہ ہے:

ترجمہ: "اور اس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے **تمام انبیاء (علیہ السلام)** سے اور بالخصوص آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اور نوح (علیہ السلام)، ابراہیم (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) سے عہد لیا اور سب سے بہت سخت قسم کا عہد لیا"۔

یہاں پر تمام انبیاء علیہم السلام کو صیغہ جمع کی صورت میں بیان کرنے کے بعد ان پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا نام لینا یہ ان کی خصوصیت پر بہترین دلیل ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے سورہ شوریٰ، آیت نمبر 13 میں بھی اولوالعزم پیغمبر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "اس نے تمہارے لئے دین میں وہ راستہ مقرر کیا ہے جس کی نصیحت نوح (علیہ السلام) کو کی ہے اور جس کی وحی اے پیغمبر (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! تمہاری طرف بھی کی ہے، اور جس کی نصیحت ابراہیم (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھی کی ہے"۔

اس لئے اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں:

1) حضرت نوح علیہ السلام
2) حضرت ابراہیم علیہ السلام
3) حضرت موسیٰ علیہ السلام
4) حضرت عیسیٰ علیہ السلام
5) حضرت محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)"۔ (مجمع البیان، جلد ۹، صفحہ ۹۴)

چارزندہ نبی

مکحول حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ چار انبیاء اکرامؑ زندہ ہیں دو زمین میں اور دو آسمان میں۔

1) حضرت خضرؑ زمین پر (بَر کی خدمت کی ذمہ داری۔ خشکی کی)
2) حضرت الیاسؑ زمین پر (بحر کی خدمت کے لئے۔ پانی میں سمندر میں)
3) حضرت عیسیٰؑ آسمان پر
4) حضرت ادریسؑ آسمان پر

ان چاروں کو اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے موت کا ذائقہ چکھائیں گے، کیونکہ سورہ النساء، آیت نمبر 185 میں فرمان الہی ہے کہ "ہر ایک نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مُصَنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُحسِنِ اِنسانیت (۱،۲)	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مختصر تذکرہ صحابہ کرامؓ مختصر تذکرہ انبیاء کرامؑ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کے لئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصَوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصَوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)